★★★★

MONTHLY **AWAMI JAMHURIAT**
LAHORE

ماہنامہ
عوامی جمہوریت
لاہور

مئی 2011ء

لاہور میں ورکرز پارٹی پاکستان کے زیراہتمام
یوم مئی کا اجلاس اور ریلی کی مختلف جھلکیاں

سانگھڑ میں ورکرز پارٹی پاکستان کے زیر اہتمام یوم مئی کے موقع پر ریلی اور مقررین کا خطاب

ضلع شیخوپورہ میں ورکرز پارٹی پاکستان کے زیر اہتمام یوم مئی کے موقع پر ریلی کے مناظر

ورکرز پارٹی پاکستان کا ترجمان

CPL.NO. 279

شمارہ نمبر 2 | جلد نمبر 8

MONTHLY AWAMI JAMHURIAT LAHORE

ماہنامہ

عوامی جمہوریت لاہور

مئی 2011ء | قیمت 30 روپے

اس شمارے میں

فہرست

ادار یہ			
	املٹ آباد میں امریکی واردات: ریاستی بحران اور پارلیمانی کاروائی		2
	مغربی بنگال اور کیرالہ میں لیفٹ فرنٹ کی شکست		4
	مزدور راہنما عبدالرحمٰن شہید کی 37 ویں برسی		5
مضامین	سوشلزم میں منڈی کا مسئلہ	نجم الحسن عطاء	6
	سماجی تبدیلی اور سیاسی جماعتوں کا کردار	ڈاکٹر محمد علی صدیقی	10
	تاریخ کا سبق یاد رکھا جائے	بابر ایاز	11
یوم مئی	یکم مئی 1886ء تا 2011ء محنت کشوں کا عالمی دن	منظور رضی	13
	یوم مئی۔ پاکستان کے محنت کشوں کی حالت زار	فرید اعوان	14
	یوم مئی (2011) کے حقیقی تقاضے	نسیم راؤ	16
	شکاگو کے شہیدوں کو سرخ سلام	ماسٹر الٰہی بخش	17
	یوم مئی اور ہماری جدوجہد	ادریس حق	17
خبریں	لاہور میں یوم مئی کا اجلاس اور ریلی		18
	فیصل آباد میں یوم مئی		19
	شیخوپورہ میں یوم مئی	سرور بلوچ	20
	سانگھڑ میں یوم مئی	سرور بلوچ	20
	لودھراں میں یوم مئی	مہر وقار حسین	21
	بلوچستان میں یوم مئی		21
	ورکرز پارٹی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام یکم مئی کا جلوس		22
	اصغر انقلابی انتقال کر گئے		23
	ورکرز پارٹی پاکستان کی سنٹرل کمیٹی کے چھٹے اجلاس کی کاروائی		24
	دیگر مضامین خبریں		

ایڈیٹر

نعیم شاکر

مجلس ادارت

عابد حسن منٹو

اختر حسین

مسلم شمیم

رابطہ آفس

5۔ میکلوڈ روڈ، لاہور پاکستان

فون: 042-37353309-37357091

فیکس: 94-42-36361531

Email:nshakir12@gmail.com

اکاؤنٹ نمبر: 01357900053903

حبیب بینک لمیٹڈ مال برانچ لاہور

سرکولیشن انچارج

نصیر ہمایوں

پبلشر محمد اسلم ملک نے لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوا کر 5۔ میکلوڈ روڈ، لاہور سے شائع کیا

ایبٹ آباد میں امریکی واردات: ریاستی بحران اور پارلیمانی کاروائی

دو مئی 2011ء کے دن کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد جب رات کے اندھیرے ابھی گہرے تھے، امریکی خصوصی کمانڈوز کے ایک دستے نے ایک سے زیادہ ہیلی کاپٹروں میں سوار ہوکر ایبٹ آباد شہر کے ایک مضافاتی محلے میں سات آٹھ کنال رقبہ میں قلعہ بند تین منزلہ مکان پر حملہ کیا اور وہاں رہائش پذیر اُسامہ بن لادن کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش لے کر رفو چکر ہو گئے ـــــــ یہ چھاپہ مار کاروائی کم و بیش ایک گھنٹہ تک جاری رہی اس میں ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا۔ اس گھر میں مقیم بن لادن کی بیویوں اور بچوں سمیت کئی دوسرے افراد بھی موجود تھے، کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے ـــــــ تاہم اس کمانڈو حملے اور اسامہ کی موت کی خبر ہمارے ارباب اختیار کو بہت بعد میں امریکہ سے آمدہ ٹیلی فون کے ذریعے ہوئی ـــــــ پاکستانی عوام دم بخود تھے کہ ایبٹ آباد شہر جو ایک چھاؤنی (یعنی کنٹونمنٹ) ہے اور جائے وقوعہ جو کاکول ملٹری اکیڈمی سے صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس قدر بے یارو مددگار کیسے تھی اور یہ کہ امریکی ہیلی کاپٹر پاکستانی ہوائی حدود میں داخل ہوکر بین الاقوامی سرحد سے ایبٹ آباد تک کا راستہ پاکستانی بری اور ہوائی محافظوں کی نظروں سے اوجھل کیسے طے کر سکے ـــــــ پھر یہ خبریں آئیں کے اسامہ بن لادن مع اہل و عیال اس مقام پر چند سالوں سے موجود تھا۔ پھر بھی اس کا اونچی دیواروں اور خاردار تاروں سے محفوظ قلعہ نما گھر کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکا ـــــــ پھر کہا گیا کہ یہ گھر تو نظر میں تھا مگر اس کا مکین نہیں ـــــــ

جو بھی وضاحتیں ہوں اس امریکی حملے نے بے شمار سوالات اٹھا دیئے اور کچھ پرانے سوالات جو امریکی ڈرون حملوں اور ریمنڈ ڈیوس جیسے سی آئی اے کے اہل کاروں کی کاروائیوں اور پاکستان کے اندر اس طرح کی دوسری سرگرمیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور زیادہ شدت سے سامنے آ گئے ـــــــ ظاہر ہے کہ پاکستان کی 'قومی خودمختاری' کا مسئلہ اور پھر یہ معاملہ کہ امریکیوں کو ایسی کاروائیوں کی اجازت کس نے اور کس حد تک دی اس ساری بحث کا حصہ بن گیا ـــــــ ابھی یہ بحث جاری ہی تھی کہ ایک اور انکشاف ہوا کہ پاکستان کا ایک ہوائی اڈہ (بلوچستان میں) پاکستان کی بجائے متحدہ عرب امارات (UAE) کے اختیار میں ہے اور اس اڈے کو امریکی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، حکومت پاکستان اور پاکستانی فضائیہ کا اس معاملے میں کچھ بھی واسطہ نہیں ہے ـــــــ چنانچہ 'خود مختاری'، سیکورٹی کی ناکامی (security failure)، ایسے اہم معاملات پر فیصلہ کرنے کا اختیار، خارجہ پالیسی، امریکہ سے تعلقات، افواج پاکستان اور آئی ایس آئی کا کردار وغیرہ وغیرہ سب موضوعات پر سیاسی پارٹیوں، میڈیا اور عوام کا اس قدر شدید ردعمل سامنے آیا کہ اولاً فوجی قیادت نے اس "سیکورٹی ناکامی" پر اپنے ہی ایک افسر سے تفتیش کروانے کا فیصلہ کیا جسے عوامی پذیرائی حاصل نہ ہوئی تو بالآخر پارلیمان کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں افواج پاکستان کی قیادت کی طرف سے ایک ان کیمرہ (in camera) یعنی عوام کی نظروں سے اوجھل، بریفنگ پر آمادگی ظاہر کی ـــــــ یہ بریفنگ جو 13 مئی کو ہوئی تو شاید ڈیڑھ دو گھنٹوں کی تھی مگر ممبران پارلیمنٹ کی طرف سے سوالات اور ان کے جوابات کئی گھنٹوں تک جاری رہے ـــــــ اگرچہ یہ کاروائی خفیہ تھی اور اس کی تفصیلات منظر عام پر نہیں آئیں، پھر بھی جو خبریں یہاں وہاں سے نکلیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پارلیمانی سیشن ہنگامہ خیز تھا اور ایسا پہلی مرتبہ ہوا کہ فوجی قیادت کو ایک سیاسی ادارے یعنی منتخب پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہی کرنا پڑی ـــــــ فوجی قیادت نے یہ تسلیم کیا کہ اسامہ کی ایبٹ آباد میں موجودگی اور امریکی کمانڈوز کی آمد و رفت کے عمل سے وہ ناواقف رہے اور یہ ان کی کارکردگی کی ناکامی ہے ـــــــ

آخر میں پارلیمنٹ نے ایک متفقہ قرارداد منظور کی ـــــــ اس قرارداد میں ایبٹ آباد میں امریکی حملے کی مذمت کی گئی اور امریکہ کو متنبہ کیا گیا کہ وہ ایسی یکطرفہ کاروائی جو پاکستانی خودمختاری کے خلاف ہو سے 'باز اور ممنوع' رہے۔ قرارداد میں امریکہ کی طرف سے پاکستان میں ڈرون حملوں کو بھی نامنظور کیا گیا اور کہا گیا کہ ایسے مزید حملوں کی صورت میں "حکومت مناسب اقدامات بشمول ناٹو اور ایساف (NATO/ISAF) کی افواج کو پاکستان کے اندر سے راہداری کی سہولیات ختم کرنے پر مجبور ہوگی"۔ اس قرارداد میں حکومت پاکستان کو کہا گیا ہے کہ وہ "امریکہ سے اشتراک عمل کے معاملہ پر نظر ثانی کرے تا کہ دہشت گردی کے خاتمے اور افغانستان میں مفاہمت اور امن کے حصول کے عمل میں پاکستان کے قومی مفادات کا تحفظ ہو سکے" ـــــــ قرارداد ایبٹ آباد کے پورے واقعے کی

انکوائری کے لئے ایک آزاد کمیشن کے قیام کا عندیہ بھی دیتی ہے۔

اس قرارداد اور اس تک منتج ہونے والی پارلیمانی کاروائی کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایک اہم قومی سیاسی مسئلے پر فیصلہ کرنے میں پارلیمنٹ کو اہمیت حاصل ہوئی، تاہم یہ قرارداد بہت سے بنیادی سوالات سے پہلوتہی کرتی ہے۔

اس سارے واقعہ کے پس پشت اور اس کے ساتھ جڑے ہوئے بعض سوالات یوں ہیں:

(۱) پاکستان کی سرزمین پر بیرونی اور اندرونی دہشت گرد برسرِعمل ہیں اور اسامہ بن لادن اس کی القاعدہ اور دوسری تنظیمیں پاکستانی قومی خودمختاری کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ہمارے ملک اور دوسرے ملکوں [بالخصوص افغانستان] میں دہشت گردی کے عمل میں مصروف ہیں ۔۔۔۔۔ نہ پارلیمانی بریفنگ نہ ہی قرارداد ان معاملات کو زیرِ بحث لاتی ہے۔ ان تنظیموں سے پاکستانی ریاست کی سیاسی اور فوجی قوت حاکمہ کا کیا تعلق ہے اور اس تعلق کو از سرِ نو جانچنے اور ان دہشت گردوں کے خاتمے کے بارے میں اقدامات کے بغیر ہمارے ملک کا تحفظ اور خودمختاری کی ضمانت کیوں کر ممکن ہے۔

(۲) پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل ہمیشہ کی طرح افواجِ پاکستان کی خواہش اور نظریات کے مطابق مرتب ہوگی اور مستقل ہندوستان دشمنی کا نظریہ اور افغانستان میں تذویراتی گہرائی (Strategic depth) کا حصول کسی سودمند خارجہ پالیسی کی بنیاد بن سکتا ہے، یا خطے میں امن کی ضرورت، پُرامن بقائے باہمی اور نارمل معاشی اور سیاسی رشتوں کی پرورش ایک دیرپا اور بامقصد پالیسی کی بنیاد ہونے چاہئیں۔

(۳) کیا خودمختاری معاشی محکومیت سے نجات حاصل کئے بغیر ممکن ہے۔

اور

(۴) کیا معاشی محکومیت کا خاتمہ پاکستان کے اندر نظامِ معیشت کو بدلنے اور اسے عوام دوست بنائے بغیر ممکن ہے۔

یہ تو محض چند سوالات ہیں وگرنہ پچھلے ساٹھ سال سے زائد برس پر محیط پاکستان کی تاریخ معاشی، سماجی، انتظامی سطح پر ریاستی کارکردگی کے بارے میں سوالات سے بھری پڑی ہے۔ یہ سب سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ پارلیمان ان سب معاملات کو زیرِ بحث لائے اور پالیسی سازی کو افواج اور نوکر شاہی کی گرفت سے آزاد کر کے اپنی تحویل میں لے اور پھر حکومت کو ان پالیسی فیصلوں کا پابند اور ان کے بارے میں جوابدہ بنائے ۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ کھلے عام ہو نہ کہ "ان کیمرہ" اجلاس میں تاکہ پارلیمان سے باہر عوام اور ان کی نمائندہ تنظیمیں اس پر اپنا ردِعمل ظاہر کر سکیں ۔۔۔۔۔ جمہوریت اسی کا نام ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اگرچہ بالادست طبقات اور منافع خوری اور مفادات کے تحفظ کا نظام ہے، تاہم یہ بھی کچھ سیاسی اور انتظامی قیود کا پابند ہے۔ آئین، قانون اور جمہوریت کے ضابطے اسی لئے بنائے جاتے ہیں۔ ان ضابطوں پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ وہ ہے جو پاکستان کی 64 سالہ تاریخ کے صفحات پر جلی حروف میں لکھا ہوا ہے اور جس کا خمیازہ آج سارے عوام بھگت رہے ہیں یعنی فوجی حکومتیں، دھونس، کرپشن، کنبہ پروری اور عوام کی کھلی لوٹ، دہشت گردی اور مذہبی شدت پسندی۔۔۔۔۔ اور سامراجی بالادستی۔۔۔۔۔

ہم 'عوامی جمہوریت' کے صفحات پر ایک عرصہ دراز سے ان سوالات کے بارے میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ پھر بھی کچھ باتیں دہرانا وقت کی مناسبت سے ضروری ہے۔۔۔۔۔ ہمارا موقف ہے کہ ایک آئینی اور جمہوری ریاست میں پالیسی سازی عوام کے منتخب نمائندے کرتے ہیں نہ کہ یہ حق عوام کے خون پسینے کی کمائی اور ان پر لادے گئے ناجائز قرضوں کے ذریعے تنخواہ پانے والے ملازمین سرکار [چاہے وہ فوجی جرنیل ہوں یا سویلین بیوکریٹ] کو حاصل ہے۔ ہمارے ملک میں اس کے برعکس ہوتا ہے اور اس طرزِ عمل کو یکسر بدلنا ضروری ہے۔۔۔۔۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بڑا حصہ ہندوستان دشمنی پر قائم ہے، اور یہ پالیسی فوجی لیڈرشپ کی دین ہے۔۔۔۔۔ یہ درست ہے کہ ہندوستان سے پاکستان کے تنازعات ہیں اور جنگیں بھی ہوئی ہیں، تاہم تنازعات کو مذاکرات کے ذریعے طے کرنے، جنگجویانہ پالیسی کا شاخسانہ 'جہاد' کو فروغ دینا ہے، جہادی تنظیمیں بنانا اور ان کی پرورش کرنا اس پالیسی کا حصہ ہے، یہ سب کچھ یکسر تبدیل ہونا ضروری ہے۔۔۔۔۔ افغانستان کو ایک آزاد ملک اور خودمختار ریاست تسلیم کرنا، اسی طرح ضروری ہے جیسے ہم اپنی خودمختاری پر اصرار کرتے ہیں۔ سٹریٹجک (Strategic) یعنی تذویراتی گہرائی کا تصور افغانستان کی خودمختاری کے خلاف ہے اور اسے خیرباد کہہ دینا چاہئے۔۔۔۔۔ پہلے ہندوستان دشمنی، پھر روس امریکہ کی سرد جنگ میں امریکہ کے فوجی معاہدوں میں حصہ داری [یعنی سیٹو، بغداد پیکٹ اور سینٹو] پھر امریکی قرضے اور امداد یہ سب ایک ایسا چکر ہے، جس میں داخل ہو کر پاکستان آج تک آزاد نہیں ہو سکا، حالانکہ دنیا بدل گئی

ہے،سرد جنگ کا خاتمہ ہوا،امریکہ کی ترجیحات بھی تبدیل ہوگئیں۔۔۔۔۔خود جنوبی ایشیاء میں ہندوستان تیسری دنیا کا ملک ہوتے ہوئے بھی گلوبلائزیشن کے عہد کی سرمایہ دار دنیا میں 'معزز' سمجھا جانے لگا ہے۔صرف اپنی جمہوریت کی وجہ سے نہیں بلکہ نیو لبرل معاشی پالیسیوں پر عمل کرنے والے ایک ملک کی حیثیت سے ۔۔۔۔۔ہم نیولبرل پالیسی کو رد کرتے ہیں جو پاکستان میں بھی رائج ہے۔مزید برآں پاکستان کے حکمران فوجی اور غیر فوجی دونوں] اپنی روایتی جوں کی توں (status quo) کی روش سے کم ہی ہٹے۔۔۔۔۔۔جاگیرداری نظام کی باقیات کا تحفظ، صنعتی ترقی [سرمایہ درانہ بنیادوں پر ہی سہی] سے اجتناب، تعلیم سمیت سماجی ترقی کے ہر راستے سے گریز، فوج کی بالادستی کو تسلیم کرنا اور اسے صنعت، زمینداری، ٹھیکے داری، ہاؤسنگ سمیت ہر قسم کی معاشی سرگرمیوں میں اس کی بڑھتی ہوئی حصہ داری کو قبول کرنا، دولت مندوں پر ٹیکس لگانے سے گریز اور عام شہریوں پر ٹیکسوں کی بھرمار۔۔۔۔۔۔اور پھر ایسے بے سروپا، ترقی دشمن نظام معیشت میں کم آمدنی اور ہوشربا غیر پیداواری اخراجات [جس میں دفاع کے نام پر اور حکمرانوں کی آسائشوں پر خرچے سرفہرست ہیں] بالآخر بجٹ خساروں کی صورت میں نازل ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔یہ خسارے پورے کرنے کے لئے قرضے آئی ایم ایف وغیرہ کی منتیں، سخت شرائط اور سود پاکستان کے کروڑوں عوام کے مقدر میں لکھ دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔

کہاں کی 'غیرت' اور کونسی 'خودمختاری'۔۔۔۔۔؟ پاکستانی عوام کو پسماندگی اور پاکستانی معیشت اور سماج کو فرسودہ نظام سے آزاد کئے بغیر کسی سچی خودمختاری کا تصور ممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔۔رہے ڈرون حملے اور ایبٹ آباد جیسے واقعات تو یہ یقیناً پاکستان کی آزادی اور خودمختاری سے متضاد ہیں، لیکن ڈرون حملوں کی غیر اعلانیہ اجازت کس نے دی اور ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن اور کسی دوسری جگہ پر حقانی گروہ اور تیسری جگہ گلبدین حکمت یار وغیرہ وغیرہ اور ان کے پاکستانی حمایتی ''جہادی'' اور گروہ اور تنظیمیں کس کی مرضی سے موجود اور اپنی کاروائیوں میں مصروف ہیں؟

رہی پارلیمانی قرارداد، تو ابھی اس کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ ڈرون حملے ہوگئے۔۔۔۔۔کیا حکومت [اور پارلیمان کے سامنے پیش ہونے والے فوجی لیڈر] ان حملوں کے جواب میں قرارداد میں کی گئی جوابی کاروائی کرے گی؟ اور وہ جو امریکی حکومتی اہلکاروں نے 'ایبٹ آباد' کے بعد کہا ہے کہ اگر کوئی دوسرا 'ٹارگٹ' پاکستان کے اندر پایا گیا تو وہ دوبارہ ایسی ہی کاروائی کرینگے۔۔۔۔۔اس کا کچھ جواب ہے؟

توجناب ہمارے ارباب اقتدار امریکہ کو ایک سامراجی قوت نہیں اپنا 'ان داتا' مانتے ہیں اور کئی مذہبی دہشت گردوں کو ابھی تک 'جہادی' اور اپنے مقاصد کے لئے مفید سمجھتے ہیں ایسے حالات میں پارلیمان کے خفیہ اجلاس میں افواج کی پیشی اور قرارداد بس اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔مگر اگر اس کے بعد سیاسی پالیسیاں اور معاشی طرز عمل قریباً جوں کا توں (status quo) رہے گا تو 'قومی خودمختاری' کا نعرہ محض کھوکھلے الفاظ رہ جائیں گے۔۔۔۔۔۔اور پاکستانی میڈیا کے کئے 'باغیرت' حضرات اسامہ بن لادن کی موت کے بعد ان کی سوانحی کہانیاں تعریفی انداز میں پیش کرتے رہیں گے گویا موصوف اٹھارہ کروڑ پاکستانیوں کی خودمختاری کے محافظ تھے۔

مغربی بنگال اور کیرالہ میں لیفٹ فرنٹ کی شکست

ہندوستان کی دو ریاستوں (صوبوں) یعنی مغربی بنگال اور کیرالہ میں حالیہ صوبائی انتخابات میں لیفٹ فرنٹ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔۔۔۔۔مغربی بنگال میں اس شکست کے نتیجے میں 1978 سے قائم بائیں بازو کی حکومت کا خاتمہ ہوا ہے اور اسکی جگہ ممتا بینر جی کی پارٹی کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔۔۔۔۔ممتا بینر جی کو برسر اقتدار کانگرس اور تمام کیمونسٹ مخالف قوتوں کی حمایت حاصل تھی۔۔۔۔۔۔کیرالہ میں بائیں بازو کے مخالف کانگرس کی زیر قیادت ڈیموکریٹک فرنٹ کو کامیابی حاصل ہوئی ہے تاہم یہاں کامیابی اور شکست کے درمیان فرق زیادہ نہیں ہے۔کیرالہ میں اسطرح کے انتخابی نتائج کئی مرتبہ نکلے ہیں اور بائیں بازو اور کانگرس کے محاذ کے درمیان حکومتوں کی تبدیلی کئی مرتبہ ہوئی ہے۔

کئی پارٹیوں پر مشتمل لیفٹ فرنٹ میں سب سے بڑی پارٹی کمیونسٹ پارٹی مارکسٹ (CPI-M) ہے اور دوسری بڑی پارٹی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (CPI) ہے۔۔۔۔۔اس شکست کے بعد سی پی آئی ایم نے اپنی کوتاہیوں کے بارے میں ایک خود تنقیدی بیان جاری کیا ہے۔۔۔۔۔بہرحال یہ انتخابی نتائج بالکل ہی غیر

متوقع نہیں ہیں ۔۔۔۔۔ پچھلے کچھ عرصہ میں بائیں بازو کی بنگال حکومت کی بعض پالیسیاں بالخصوص وہ جن کا تعلق غیر ملکی اور ملکی سرمایہ داروں کے ذریعے ریاست میں صنعتی سرمایہ کاری کو پروموٹ کرنے اور اس مقصد کیلئے کسانوں سے اُن کی زمین جبراً لینے کا عمل ہے تنقید کا نشانہ بنیں۔ مزاحمت کرنے والے کسانوں پر تشدد کیا گیا اور کئی جانیں ضائع ہوئیں جس نے صورتحال کو اور زیادہ سنگین بنادیا ہے۔۔۔۔۔

ہمیں یقین ہے کہ دونوں کمیونسٹ پارٹیاں اور لیفٹ فرنٹ ،صورتحال کا تنقیدی جائزہ لینگے ،اپنی پارٹیوں کی کارکردگی ،ڈسپلن اور سیاسی اور معاشی پالیسیوں پر پارٹیوں کے اندر تفصیلی بحث کی ہمت افزائی کرینگے اور پھر نتیجوں پر پہنچیں گے۔

ہمارے نزدیک بورژوا سماج کے آئینی اور قانونی ضابطوں کے حدود میں رہتے ہوئے بورژوا جمہوری اداروں کے ذریعے ایک متبادل سماج کی بنیاد قائم کرنا اور سماجی تبدیلی کے راستے کھولنا ایک پے چیدہ اور مشکل کام ہے۔ خاص طور پر ایسے ملکوں میں یہ کام اور بھی مشکل ہے جو ایک سطح پر سرمایہ دارانہ ترقی کی منزلیں طے کررہے ہیں اور گلوبلائزیشن کے عہد کی جدید سرمایہ داری کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور دوسری طرف تیسری دنیا کی شدید پسماندگی کا شکار ہیں۔ سماجی تبدیلی کا وہ عمل جو موجود سماجی رشتوں کو تبدیل کرکے نئے سماج کی بنیاد قائم کرے ،طبقاتی جدوجہد کے ذریعے ہی ممکن ہے ۔۔۔۔۔ طبقاتی جدوجہد بورژوا سماج کے قوانین اور ضابطوں کی حدود میں شروع ہونے کے باوجود بار بار اس سے متصادم ہوتی ہے تا آنکہ وہ ایک فیصلہ کن سماجی تبدیلی لانے میں کامیاب ہوجائے جو انقلاب کی منزل ہے۔۔۔۔۔ طبقاتی جدوجہد ،سماجی تبدیلی کی منزلوں اور انقلاب کے کا تعین لگے بند ہے فارمولوں کی مدد سے نہیں بلکہ ملک کے تاریخی تناظر اور معروضی حالات کے درست تجزیے سے ہی ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔ یہ ہر ملک کی کمیونسٹ اور بائیں بازو کی پارٹیوں کا کام ہے البتہ سویت یونین کے ٹوٹنے اور سوشلسٹ کیمپ کے بکھرنے کے بعد عالمی ترقی پسند تحریک کی موجودہ صورتحال اور دوسری طرف گلوبلائزیشن کے عہد کی سرمایہ داری اور اسکے بحرانوں کی کیفیت کا سائنسی ادراک بھی ضروری ہے کہ انفرادی ملکوں میں سماجی تبدیلی کی تحریکیں عالمی صورتحال سے گہرے طور پر متاثر ہوتی ہیں ۔ یہ آخرالذکر کام کمیونسٹ اور بائیں بازو کی پارٹیوں کے اشتراک ہی سے ممکن ہے۔ بہرحال ہندوستان میں کمیونسٹ اور لیفٹ فرنٹ کو یہ بھی سوچنا ہوگا کہ بورژوا سماج میں بورژوا آئینی اداروں کے راستے سماجی تبدیلی کی جو جدوجہد جاری رہتی ہے اُسمیں بایاں بازو، اسکی تنظیمی کارکردگی ،اسکا انقلابی ڈسپلن بورژوا رویوں اور طور طریقوں سے کس درجے متاثر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے معاملات پے چیدہ ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہندوستانی پارٹیاں ان پر سنجیدہ غور کرینگی۔

مزدور راہنماء عبدالرحمٰن شہید کی 37ویں برسی

29 اپریل 2011ء کو مزدور مرکز کوٹ لکھپت کے سامنے فیروز پور روڈ لاہور میں مزدور راہنماء عبدالرحمٰن شہید کی 37ویں برسی کے موقعہ پر محنت کشوں کا اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت پاکستان بھٹہ مزدور فیڈریشن اور پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن پنجاب کے صدر بشیر ظفر نے کی۔ جبکہ مہمان خصوصی ورکرز پارٹی پاکستان کے سیکرٹری امور محنت اور پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری صفدر حسین سندھو تھے۔ کوٹ لکھپت کے صنعتی علاقے کے مزدوروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اجلاس سے بشیر ظفر ،صفدر حسین سندھو، فضل واحد، روبینہ جمیل، ناصر گلزار، وارث علی، میاں سیف الحق، وزیری پورٹ، سلامت پردیسی، بابا جلال، رحمت داد، جمیل نصر اور خالد نے خطاب کیا۔

مقررین نے عبدالرحمٰن شہید کی محنت کشوں کے حق میں جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا۔ مقررین نے اپنے خطاب میں ملک کی سماجی ،سیاسی اور اقتصادی صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوے حکمرانوں کی عوام دشمن طرز حکمرانی اور پالیسیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے بڑھتی ہوئی بیروزگاری، غربت، مہنگائی اور جہالت کے لئے حکمرانوں کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ اور ملک میں پھیلی ہوئی انتہا پسندی اور دہشت گردوں کی مذمت کی۔ اجلاس میں کچی بستیوں کے مکینوں کے مسائل جن میں سبزہ زار سکیم گندہ نالہ، گجومتہ، گرین ٹاؤن اور دیگر علاقوں کے رہائشیوں کے لئے 5 مرلہ پلاٹ دینے کا مطالبہ کیا اور فوجی فارموں کے مزارعین 28 چک تحصیل دیپالپور، کوٹ اودو، کے کاشتکاروں کو مالکانہ حقوق دینے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے بھٹہ مزدور کے اوقات کار اور حالات کار بہتر بنانے اور مہنگائی کے تناسب سے اجرت دینے ،رہائش، تعلیم اور علاج معالجہ کی سہولتوں کے لئے مطالبہ کیا۔

سوشلزم میں منڈی کا مسئلہ، سوشلسٹ عالمی منڈی کا فقدان اور سرمایہ دار ملکوں کی معاشی ناکہ بندی

نجم الحسن عطاء

مارکسزم منافع اور ہوس کی عالمی منڈی اور آزاد تجارت کے خلاف ایک ردعمل ہے جس کے بطن سے نئی دنیا کے لئے جدلی مادیت، تاریخی طبقاتی جنگ، شعوری ارتقاء میں مادی قوتوں کے کردار کا تعین سرپلس ویلیو کا نظریہ جو منافع پر محنت کا حق تسلیم کرتا ہے توانا نظریوں نے جنم لیا۔ سرمائے پر محنت کی فوقیت کا مارکس کو یقین تھا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ سابق سوویت یونین کی تیز رفتار ترقی نے پوری سرمایہ دار دنیا پر دہشت طاری کر دی۔ دوسری طرف عالمی سرمائے کے ارتکاز کو مدنظر رکھ کر الگ الگ قومی سرمائے کو یکجا کر کے عالمی منڈی میں سوشلزم پر وار کیا گیا۔ چونکہ سوشلزم منافع کی عالمی منڈی اور اس بنیاد پر عالمی سامراج کا ردعمل تھا اس لئے سرمایہ دار ملکوں اور ان کے حواری غلام ممالک جو قرضوں میں جکڑے ہوئے تھے اشتراکی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا اور عالمی منڈی میں اشتراکی مصنوعات کی معاشی ناکہ بندی کر دی۔ دراصل سوشلزم کی ناکامی کا باعث سوشلسٹ عالمی منڈی کا فقدان تھا۔ اگر سوشلسٹ ملکوں کی 50ء کی دہائی میں عالمی منڈی وجود میں آجاتی تو بہت سے دوسرے ممالک بھی ساتھ آجاتے اور قرض میں جکڑے ہوئے ممالک کے لئے سوشلسٹ منڈی نجات دہندہ بن سکتی تھی۔ مگر ایسا نہ ہوا اور سابق سوویت یونین کی فاضل پیداوار صنعتوں میں گلتی سڑتی رہی اور یوں کساد بازاری نے آگھیرا۔ ان مسائل پر تجزیہ کرنے سے پہلے "مئی کے مہینے میں کارل مارکس کے جنم کے حوالے سے مختصراً خراج عقیدت پیش کرنا ضروری ہے۔

کارل مارکس 5 مئی 1818 کو جرمنی کے شہر ٹرائیر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد آئزک مارکس یہودی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا پیشہ وکالت تھا۔ آئزک مارکس نے حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے عیسائیت قبول کرلی تا کہ فرقہ وارانہ تعصب سے محفوظ رہ سکیں۔ کارل مارکس کے بارے میں رائے یہی تھی کہ وہ نہایت ذہین تھے۔ جس وقت یورپ میں صنعتی انقلاب کی وجہ سے زندگی کی بنیادی روایتوں کو دھچکا لگا تھا، پیداوار کا گھریلو سسٹم انارکی کا شکار ہوا، صنعتی انقلاب جولاہے سے کھڈی چھین رہا تھا، مزدور سے ورکشاپ، کمہار سے برتن سازی اور کاشت کار سے فن کاشت کاری اس وقت کارل مارکس 1935ء کے لگ بھگ میٹرک کا امتحان پاس کر رہے تھے۔ اس زمانے میں مزدور اور مشین کا تضاد بھی ابھر کر سامنے آیا، روزگار شکم کے لئے محنت کش ملوں کی طرف دوڑ رہے تھے ایک نیا سماج اور ایک نیا استحصال جنم لے رہا تھا۔ جاگیردارانہ زندگی ختم ہو رہی تھی۔ صنعتی انقلاب میں 75 فیصد سے زائد آبادی صنعتی مزدوروں میں تبدیل ہوگئی۔ دیہاتوں سے شہروں کی طرف لوگوں کی ہجرت سے پیچیدہ مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ عین اسی وقت میٹرک کے امتحان میں پیشے کے انتخاب کے بارے میں جو مضمون لڑکپن میں کارل مارکس نے تحریر کیا تھا اس کا ایک اہم اقتباس پاکستان کے معروف دانشور علی عباس جلال پوری نے اپنی کتاب "تاریخ کا نیا دور" میں تحقیقی تاریخی اوراق سے یوں نقل کیا:

"پیشے کے انتخاب میں ہمارے لئے فیصلہ کن محرک یہ ہونا چاہئے کہ اپنی ذات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ہم بنی نوع انسان کی بہبود کا کام بھی کریں۔ انسانی فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آدمی دوسروں کی بہتری کے لئے کام کر کے ہی اپنی ذات کی تکمیل کر سکتا ہے۔"

ان کی بڑی بہن صوفیہ جن کی سہیلی جینی تھی جو ایک مالدار اور حکمران طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ جینی حسن و جمال، تہذیب اور شائستگی میں شہر بھر میں ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ انہوں نے کارل مارکس سے منگنی کر کے زندگی کو یکسر تبدیل کر دیا۔ جینی اور کارل مارکس کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اس میں جن مصائب کا کارل مارکس کے خاندان کو سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر اندوہناک ہونے کے باوجود ہمت کے ہمالیہ کی علامت بھی ہے۔ دراصل جب تک وہ تعلیم حاصل کر رہے تھے کوئی زیادہ پریشانیاں لاحق نہ تھیں۔ انہوں نے برلن یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی۔ اس کے بعد جب انہوں نے دنیا بھر کے استحصال زدہ اور پریشان حال لوگوں کے حقوق اور تحفظ کے لئے نظریات کو منفرد پیرائے میں بیان کیا اور دنیا کے نظام کو بدلنے کی بات کی، انہیں معاشی بدحالی کا سامنا کرنا پڑا اور جلاوطن بھی ہوئے۔ اس تمام جدوجہد میں جینی ان کی بیوی نے بھرپور ساتھ دیا۔ زندگی کے پہاڑوں جیسے مسائل کے درمیان رہ کر بے شمار تخلیقات کیں جن میں "داس کیپیٹل" ڈیڑھ صدی بعد بھی زندہ اور تابندہ ہے۔ 14 مارچ 1883ء کو کارل مارکس کا انتقال ہوا۔ لندن کے ایک قبرستان میں دفن ہیں۔ کارل مارکس نے فلسفہ مادیت کو جن بنیادوں پر استوار کیا سائنس کی تخلیق اس کی سچائی کی تصدیق کرتی ہے۔ کمیونسٹ مینی فیسٹو نے دنیا بھر کے محنت کشوں کو ایک نیا راستہ دکھایا۔ جن سماجی، سیاسی اور معاشی نظریات کو تحریر کیا دنیا اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آیئے اب ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ لینن نے مارکسزم کے بارے میں کیا تحریر کیا۔ اس کا صرف مختصر جائزہ ہی لیا جا سکتا ہے (کتابیں تو آپ نے پڑھی ہیں)۔ لینن نے مارکس ازم کے تین سرچشمے اور تین اجزائے ترکیبی بتائے ہیں۔ ان تینوں کے اجمالی جائزے لینن کی مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن صفحات 40 سے 48 تک۔

مارکس ازم کے ان تین سرچشموں اور ان کے تینوں اجزائے ترکیبی کے بارے میں لینن نے مختصراً یہ تحریر کیا:

"مارکس ازم کا فلسفہ مادیت ہے۔ یورپ کی جدید تاریخ کے تمام ادوار میں اور خاص طور پر اٹھارویں صدی کے آخر میں فرانس میں جہاں قرون وسطی کی ہر قسم کی خرافات کے خلاف اداروں اور خیالات میں جاگیرداری کے خلاف فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ مادیت نے ثابت کر دیا کہ یہی ایک فلسفہ ہے جو

مربوط اور اصولوں کے عین مطابق ہے جو طبعی سائنس کی تمام تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہم پرستی، توہم پرستی اور ریاکاری کا مخالف ہے۔ چنانچہ انقلاب کے دشمنوں نے اپنا سارا زور اس پر صرف کر دیا کہ مادیت کی تردید کریں، اس کی جڑیں کھوکھلی کریں اور اسے بدنام کریں۔ انہوں نے فلسفیانہ عینیت (Idealism) کی مختلف شکلوں کی حمایت کی۔ جو ہمیشہ کسی نہ کسی صورت میں مذہب کی تبلیغ عقیدہ پرستی کے مترادف ہے۔ یہاں ایک مثال دینا چاہوں گا کہ دنیا انسانی شعور سے پہلے ہزاروں لاکھوں سال سے موجود ہے اور حواس خمسہ معروض کا عکس ہیں اور پھر معروض ہی کو تجربہ میں ملتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے املی نہیں کھائی تو اسے دیکھ کر اس کے منہ میں پانی نہیں بھر آئے گا کیونکہ یہ اس کے تجربے میں نہیں آئی۔

آیئے اب دوسرے سرچشمے کے بارے میں لینن کیا کہتے ہیں، دیکھتے ہیں:

"یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ معاشی نظام ہی وہ بنیاد ہے جس پر سیاسی عمارت کی اٹھان ہوتی ہے۔ مارکس نے اپنی بیشتر توجہ اس معاشی نظام کے مطالعے پر لگا دی۔ مارکس کی خاص تصنیف "سرمایہ دارانہ نظام کے معاشی نظام کے مطالعے کا حل ہے۔"

لینن نے قدر زائد کے نظریے کو مارکس کے نظریے کی بنیادی اساس کہا ہے۔ جس کے معنی منافع ایک ایسا ہتھیار ہے جس نے محنت کشوں کی محنت چھین لی۔ اس طرح لینن نے اس سرچشمے میں سرمایہ دارانہ زراعت کا بھی ذکر کیا جس کا بھیانک استحصال عہد حاضر میں بڑا واضح ہو کر سامنے آیا ہے۔ دیہی بے زمین کسانوں کو بے دخلی نے آج شہروں کو گندی آبادیوں سے بھر دیا ہے۔ جس سے کئی پیچیدہ مسائل ابھر کر سامنے آ رہے ہیں۔

لینن نے مارکس کے تیسرے سرچشمے کو طبقاتی جدوجہد سے منسوب کیا ہے اور لکھتے ہیں:

"مارکس کی گہری بصیرت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے ہی نتائج اخذ کئے اور ان نتائج کو جو دنیا کی تاریخ میں استحصال اور تسلسل کے ساتھ منطبق کر سکتے ہیں یہ کلیہ طبقاتی جدوجہد کا نظریہ ہے۔"

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں

"لوگ ہمیشہ سیاست میں دھوکہ دے کر بے وقوف بنائے گئے اور خود بے وقوفیوں کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ اس وقت تک یہی ہوتا رہے گا جب تک وہ یہ پتہ چلانا نہ سیکھ لیں کہ تمام اخلاقی، مذہبی، سیاسی اور سماجی لفاظیوں کے اعلانوں اور وعدوں کے پس پردہ وہ کسی نہ کسی طبقے کے مفادات پوشیدہ ہوتے ہیں۔"

دراصل لینن کی تمام تحریریں مارکس ازم ہی کی تشریح تھیں لیکن لوئی بوناپارٹ کی اٹھارویں برومیئر پر 1855ء کے تیسرے جرمن ایڈیشن پر فریڈرک اینگلز کا دیباچہ بھی مارکس ازم کی عظمت کو بہترین خراج تحسین ہے۔

چونکہ اس مقالے میں دیکھنا یہ ہے کہ آج مارکیٹ اکانومی میں سوشلزم کا مسئلہ کیا ہے۔ جبکہ سرمایہ داری خاص طور پر اس کے مالیاتی انہدام نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کے چند ہزار سرمایہ داروں، ملٹی نیشنلز کی بیوروکریسی ہیج اور مساورن فنڈ کے سٹہ بازوں یعنی عالمی جواریوں کے بنک آئی ایم ایف، عالمی تجارتی تنظیم اور یو این او نے دنیا کے غریب اور محنت کش کا کیا حشر کر دیا ہے۔

آج سٹہ بازی کسینو کی شکل اختیار کر کے کرنسیوں کی خرید و فروخت، قرض کی بھرمار اور ان کی خرید و فروخت سے کس طرح قیمتوں، منافع اور آزاد تجارت سے دنیا کی معیشتوں کو تباہ کر کے عالمی غریب اور محنت کش طبقے کو برباد کر رہا ہے۔ کس طرح نیو کیمیائی ہیبت ناک بموں اور ناقص انسان اور ماحول دشمن صنعت کاری نے بنی نوع انسان اور کرہ ارض دونوں کو معدوم کرنے کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ بھی مشاہدہ کیجئے آج ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان انتہائی درجے کی تقسیم کر کے کروڑوں مردوں اور عورتوں کو پروڈکشن لائن (production line) ایسی بیگار کرنے تک محدود کر دیا ہے۔ جس سے سمجھ بوجھ کا کوئی تعلق نہیں (انسان کو روبوٹ بنایا جا رہا ہے) اور ان کے لئے نئی نئی ایجادات کرنے اور اپنی تخلیقانہ صلاحیتوں کے اظہار کے امکان کو ختم کر دیا ہے جو ہر انسان میں پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں۔ یعنی آج سرمایہ دارانہ نظام میں دانش اور صلاحیت نے خودکشی کر لی ہے جس کی بنیاد شعور ہے۔ معروف اسکالر "ابن رشد" نے 700 سال قبل کہا تھا کہ انسان کے درجے تک پہنچنے کے لئے "شعور" لازمی ہے۔ اس لئے دنیا میں زیادہ تر انسان نہیں آدمی ہیں۔ جنہیں انہوں نے حیوان ناطق کہا ہے۔ یا sub human قرار دیا ہے ان خیالات پر ان کو بھی کفر کے فتوے ملے۔ اس لئے آج طبعیات کیمیاء اور بیالوجی بھی تضادات کا شکار ہو کر انسان اور خطرات سے محاذ آرائی کی طرف گامزن ہے۔

اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آج سوشلزم میں منڈی کا مسئلہ کیا ہے؟ 1945ء کے بعد جب بریٹن وڈ کے تحت عالمی بنک اور آئی ایم ایف کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس وقت پس پردہ نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ یہی مارکیٹ اکانومی جو آزاد تجارت کو بنیاد پر استحصال کی نئی شکل اختیار کر چکی ہے اور جس کے لئے عالمی تجارتی تنظیم کے ضابطے بنائے گئے جو کسی طور غریب دنیا کے حق میں نہیں ہیں۔ آج اس عہد تشویش میں وہ قوم میں زندہ رہنے کا حق رکھتی ہیں جو صرف منافع خوری کے لئے پیداوار کو بڑھاتی ہیں لہٰذا عالمی منڈی میں مقابلہ صرف اور صرف منافع خوری کے لئے ہے اور منافع سوشلزم میں قدر زائد ہے۔ ایک طرف خام مال پیدا کرنے والے پسماندہ ممالک میں دوسری جانب اشیائے سرمایہ یعنی مشینری اور قرض دینے والے ممالک ہیں جن کا سرغنہ امریکی استعمار ہے۔ خام مال اور اشیاء سرمائے کا مقابلہ ممکن ہی نہیں اس لئے قرضے اور بنکوں کا استحصال کا ایک ایسا پیچیدہ جدید نظام سامنے آ گیا ہے جو اتنی بھیانک استحصالی شکل میں کارل مارکس کے دور میں نہیں تھا۔ لہٰذا آج کارل مارکس کی تعلیمات کی روشنی میں زیادہ سوچنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ شاہراہ سوشلزم پر چلنے کا روڈ میپ تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ دیکھئے کہ معاشی مقابلے کی عالمی منڈی میں اشیائے سرمایہ کی پیداوار صرف منافع کے لئے ہوتی ہے انسانی ضرورتوں کے لئے نہیں۔ کرنسی تبادلے کے لئے دریافت کی گئی لیکن وہ خرید و فروخت میں شامل ہو کر "منی

مارکیٹ" بن گئی جس نے سٹہ بازی کو نیا رنگ دے کر کاغذ کی بالادستی محنت پر مسلط کردی اور یوں افراط زر "لالچ مثبت رویہ" ہے۔ بیروزگاری، نجکاری، ڈی ریگولیشنز اور اسٹاک مارکیٹوں کو عروج دے کر سرمایہ داری نے بنی نوع انسان کو مزید گہرے استحصال سے دوچار کر دیا ہے۔ یوں زر یعنی کرنسی اور مرکز بینکوں کی مونیٹری پالیسیاں اور سود کی شرح اتار چڑھاؤ، بیرونی سرمایہ کاری سے مقامی کرنسی کا خاتمہ، سرمائے اور زر کی منڈیوں میں عدم توازن اور کرنسی کے قدر کو گھٹانے اور بڑھانے کے پیچیدہ کھیل جسے عالمی ساہوکار ایک Derivative کہتے ہیں۔ یہ آج سرمایہ دارانہ نظام کے نئے ہتھیار دریافت ہوئے ہیں جو کارل مارکس کے زمانے میں نہیں تھے۔ قرضوں اور کرنسیوں کی فروخت بھی منافع پر ہوتی ہے نتیجتاً اصل پیداوار سے کہیں زیادہ نوٹوں اور کرنسیوں کی بھر مار ہوتی ہے۔ سٹہ بازی میں لیوریج کا حق بھی دیا جاتا ہے۔ اس لئے بڑا عالمی سٹے باز جارج سورس ایک ملین ڈالر اگر اسٹاک مارکیٹ میں لگاتا ہے تو اس کا حق ہے کہ وہ گیارہ ملین ڈالر تک کھیل سکتا ہے اسی طرح سبھی بڑے سرمایہ کار سٹہ کھیلتے ہیں اور جب مارکیٹ گرتی ہے یا گرائی جاتی ہے تو ریکوری ایک ملین ڈالر ہوتی ہے اور گیارہ ملین کا نقصان بے وقوفوں کا ہوتا ہے۔ آج دیکھئے کہ منافع (قدر زائد) کے لئے اشیائے سرمایہ کی تجارت اور سود کے لئے مالیاتی قرضوں کی تجارت کے لئے مصنوعی زر کی پیداوار میں تیزی آگئی ہے جس سے صنعتی سرمائے کی منڈی پر بھی زر کی منڈی کا تسلط قائم ہو گیا ہے۔ سرمائے اور مالیے کی تجارت میں منافع اور سود کی تحریک پر چلنے والی منڈی نے امیر کی جیت اور غریب کا تاریخی استحصال کر دیا ہے۔

اشیائے سرمایہ کی مقدار سے کرنسیوں یعنی زر کی مقدار کئی گنا فاضل ہو جانے سے خام مال پیداوار پیدا کرنے والے ممالک صنعتی سرمائے اور مالیاتی سرمائے کے غلام ہو گئے ہیں ملٹی نیشنلز کے ساہوکار دنیا بھر کے سٹہ باز تیسری دنیا میں اثاثے خرید رہے ہیں۔ منرل واٹرز کوکا کولا، وغیرہ کے لئے دریا اور گلیشیئر خریدے جا رہے ہیں اور غریب دنیا کے حکمران ڈالروں کی عاشقی میں سب کچھ بھول گئے ہیں۔ قوم کے اثاثوں کو چند حکمرانوں کے طبقے ذاتی مفاد اور عالمی ساہوکاروں سے حصہ وصول کرنے کے لئے فروخت کر رہے ہیں ان اثاثوں پر حکمرانوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ خالصتاً عوامی اثاثے ہیں۔

استحصال کی پیچیدگیوں اور ژولیدگیوں میں پڑے بغیر یہ بات صاف ہے کہ خام مال کے عوض صنعتی سرمائے کی خرید و فروخت بھی قرضوں پر کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں مالیاتی منڈیوں نے قرض دار ملکوں کی معاشی ناکہ بندی کر رکھی ہے اس سارے غلیظ سرمایہ دارانہ کھیل کا توڑ صرف سوشلزم کے پاس ہے اس کا حل یہ تلاش کیا کہ منافع اور منڈی والی تجارت کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ یہ کہنا درست ہے کہ سوشلزم مارکیٹ اکانومی کے منافع اور ظالمانہ تجارت کے خلاف تاریخی ردعمل تھا چنانچہ سوشلزم میں تمام صنعتی سرمایہ عوامی ملکیت قرار پایا۔ نجی تجارت کالعدم قرار پائی، فنانس اور مونیٹری پالیسی کو پیداوار کے تابع کر دیا سود کی شرح صفر کر دی۔

یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ سابق سوویت یونین میں پہلی بڑی جنگ میں انقلابی کا ڈرا انقلاب میں کام آیا۔ لینن جیسا ذہین انقلابی دنیا سے رخصت ہو گیا پھر بھی اسٹالن نے جس پر کڑی تنقید بھی کی جاتی ہے دنیا بھر کے تخمینوں کے مطابق 1928ء سے 1938ء تک بھاری صنعتوں میں سوویت یونین کو امریکہ کے مقابل لا کھڑا کیا۔ 1939ء میں دوسری بڑی جنگ ہوئی۔ دونوں بڑی جنگوں میں 3 کروڑ روسی زخمی ہوئے یا مارے گئے اس کے باوجود 1952ء میں اسٹالن نے سابق سوویت یونین کو ایٹمی دھماکہ کے بعد یورپ اور امریکہ کے مقابلے میں ایک بار پھر لا کھڑا کیا۔ سابق سوویت یونین نے اپنے سیٹلائٹ کی بھی معاونت کی اور سوویت یونین کو عالمی طاقت بنا دیا۔ جدید تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ ایک ایسے نظام کے تحت جس کا 70 فیصد قابل اطلاق ہوا ہو اس نظام کی طاقت نے، بغیر بیرونی قرضوں اور بیرونی سرمایہ کاری کے سابق سوویت یونین کو عالمی طاقت بنا دیا تھا۔ اس وقت دنیا کے محنت کش اپنے آپ کو لاوارث نہیں سمجھتے تھے۔ دوسری جانب سوشلزم کے تحت قیمتوں کو متعین کر لیا گیا، لاگت پیداوار کو زر تلافی کے ذریعے قابو کیا گیا۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ استحصال سے مظلوم اور محتاج افرادی قوت اور صلاحیتیں آزاد ہوئیں اور روسی پیداوار کی شرح نمو 30 فیصد سے زائد ہو گئی بعد ازاں صنعتی سرمائے کی تخلیق زائد ہوئی جسے عالمی منڈی میں فروخت کرنے کی ضرورت پڑی۔ ادھر عالمی منڈی پر ملٹی نیشنلز، عالمی سرمایہ کاروں، قرضوں اور عالمی سرمائے کی گرفت بہت مضبوط تھی دوسری طرف سوشلزم اسی عالمی منڈی کے استحصال کے خلاف تاریخی ردعمل تھا۔ اس لئے مارکیٹ اکانومی کے مالیاتی میکانیت نے منی مارکیٹوں، اسٹاک مارکیٹوں اور قرضوں کی منڈیوں نے سوشلسٹ صنعتی سرمائے کی برآمدات کو روک کر معاشی ناکہ بندی کر دی جس کی وجہ سے فاضل صنعتی سرمائے کی کھپت رک گئی اور سوشلسٹ معیشت کو تجارتی فروغ نہ مل سکا یہ وہ نقطہ تھا جس کے بارے میں نہیں سوچا گیا کہ سوشلسٹ عالمی منڈی کا اجراء کیوں نہیں کیا گیا یہ نقطہ آج بھی قابل غور ہے جس کے لئے مارکس ازم کی روشنی میں پیش رفت کرنے کی ضرورت ہے حالانکہ یہ کام آج زیادہ مشکل ہے۔ سابق سوویت یونین کے عروج پر یہ کام آسان تھا۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ سابق سوویت یونین کو جنگوں میں الجھایا گیا۔ مسلح جدوجہد میں پیش پیش رہنے سے لاگت جنگ تجارتی منافعوں سے بہت آگے نکل گئی۔ سوویت یونین کی تجارت کا منافع بھی دوستانہ تھا ہوس خوری نہیں تھی۔ سوشلسٹ معیشت سرمایہ دارانہ تجارت کے خلاف ردعمل تھا۔ اندرونی تجارت میں سوویت یونین کا کمال کی حد تک کامیاب رہا۔ لیکن خارجی تجارت پر اس کا بس نہ تھا۔ قابل غور نقطہ یہ سامنے آیا ہے کہ سوشلزم نے عدم استحصال طرز پیداوار تو دریافت کر لیا تھا لیکن سوشلسٹ منڈی کی دریافت ابھی باقی تھی۔ سوشلسٹ ممالک جس کی سربراہی سابق سوویت یونین کر رہا تھا۔ اسٹالن کے انتقال کے بعد یہ ضروری ہو گیا تھا کہ ایک مشترکہ عالمی سوشلسٹ مارکیٹ کو فروغ دے کر اپنی توجہ سرمائے کی عالمی بالادستی، عدم مساوات کے خاتمے پر صرف کرتے، اس طرح عالمی سرمائے کی سوشلسٹ منڈیوں کو فروغ دیا جا سکتا تھا جس کی بنیاد سود اور منافع پر نہ ہوتی بلکہ بارٹر سسٹم

پر رکھی جاتی لیکن ان معاشی معاملات پر نہ تو سابق سوویت یونین اور نہ ہی دنیا بھر میں ان خطوط پر کوئی حکمت عملی پر بات ہوئی یا مباحثہ ہوا۔

عصر حاضر میں بڑی چند ممالک (جی سیون) کے پاس صنعتی سرمائے اور ٹیکنالوجی کی اجارہ داری ہے۔ ملٹی نیشنلز 90 فیصد تجارت پر قابض ہے۔ ٹیکنالوجی اور اسلحہ ہے اس کے باوجود کوئی بھی ترقی پذیر ملک اپنے ملک میں شاہراہ سوشلزم پر چلنے کے منشور کے ساتھ کوشش کر سکتا ہے۔ اپنے قدرتی اور انسانی وسائل کا استعمال کر سکتا ہے۔ عیاشی کی زندگی کو غیر قانونی قرار دے سکتا ہے۔ سرمایہ دارانہ کاشت کاری کو ختم کر سکتا ہے، کرپشن ختم کر سکتا ہے اور بہت سے دوسرے کام بھی کر سکتا ہے، مثلاً تعلیم کو تخلیقی بنا سکتا ہے۔ طالب علموں کو بدھو بنانے والا تعلیمی نظام کو منسوخ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد بڑے غور و فکر کی ضرورت کے ساتھ ساتھ ترقی پسندوں کے شعوری اتحاد پر منحصر ہے جو معروضی حالات کو دیکھتے ہوئے ممکن محسوس نہیں ہوتا ہے کیونکہ جو اپنے آپ کو ترقی پسند کہتے ہیں۔ انہوں نے سورج سے پیٹھ کر رکھی ہے۔ اس لئے عالمی اور ملکی سطح پر سارے اتحاد ناکام ثابت ہوئے ہیں، اجارہ داروں کے خلاف دفاعی نوعیت کی سماجی تنظیموں کی راہ میں فکری اور عملی رکاوٹیں حائل ہیں۔ کچھ ان اجارہ داروں نے کر رکھی ہیں، کچھ خود سوشلسٹوں نے فکری مغالطے پیدا کر رکھے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ پیٹھ کئے کھڑے ہیں۔ پھر بھی پاکستان جیسے ملک میں قبائلی، نسلی، علاقائی، فرقہ وارانہ، لسانی اور نظریاتی پھوٹ کے اہتمام کے وسیع ذرائع موجود ہیں۔ جن کو حکمران طبقے یعنی سول اور ملٹری بیوروکریسی اور سامراج خوب استعمال کر رہا ہے۔ ایک غلطی اور ہم نے کی وہ یہ کہ سوشلزم جو کہ پولیٹیکل سائنس ہے اسے عقیدہ بنا دیا۔ جبکہ کارل مارکس کے نظریات بڑے سائنسی اور عمل آور ہیں۔ اخلاقیات، مذہب، فلسفے اور میٹافزکس کی معاشی ساختوں اور کلاس وار پر جس طرح مارکس نے روشنی ڈالی، شعوری ارتقاء میں مادی قوتوں کا کردار متعین کیا۔ قدر زائد جیسے منافع بھی کہہ سکتے ہیں اس کا سائنسی تجزیہ کر کے اس پر محنت کشوں کا حق ثابت کیا۔ لیکن اس پولیٹیکل سائنس کو پولیٹیکیشن کے مطابق نہیں ڈھالا نہیں گیا۔ چین نے تو رستہ ہی بدل دیا۔ جبکہ سٹیٹ کیپٹلزم ہے جس نے گلوبلائزیشن کے نتیجے میں امریکی بربادی کو روک رکھا ہے۔

کسی بھی معاشرے میں سائنس اور ٹیکنالوجی اور تخلیق کاری کا راستہ جاگیرداری نظام کو روکتا ہے، گماشتہ سرمایہ دار روکتا ہے، روایت پرستی کا جنون روکتا ہے اور سامراج ان سب کو استعمال کر کے یہ راستہ خود روکتا ہے۔ لیکن کوئی سماجی شعور کے بغیر استحصال اور جمود کو توڑ نہیں سکتا۔ عوام یہ جنگ اس وقت جیتیں گے جب وہ سائنسی اور علمی تصورات سے لیس ہو گئے۔

آج سرمایہ داری نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

سرمایہ داری مالیاتی نظام کے انہدام کے بعد بڑے بڑے بنک، کمپنیاں دیوالیہ ہو چکی ہیں۔ معاشی بحالی کے لئے جو پیکج دیئے جا رہے ہیں، عوام پر ٹیکس لگا کر جو ریونیو اکٹھا کیا جا رہا ہے، اس میں، اسے مختص کر رہے ہیں، بالفاظ دیگر جب منافع ہوا تھا اسے پرائیویٹائز کیا جا رہا تھا اور اب نقصان کو مالداروں کے لئے نیشنلائزڈ کیا جا رہا ہے۔ جرمنی میں بیروزگاری عروج پر ہے۔ اندازہ کیجئے سن دو ہزار میں دنیا کے پچیس امیر ترین ممالک کے بارے میں اقوام متحدہ کا ایک جائزہ سامنے آیا ہے۔ اس جائزے کے مطابق سماجی عدم مساوات کے اعتبار سے برطانیہ چوتھے نمبر پر ہے کیونکہ برطانیہ میں کل قومی آمدن کا 42 فیصد ملک کے امیر ترین 5% لوگوں کے پاس ہے۔ لندن شہر میں امیر ترین 10 فیصد لوگوں کے پاس اوسطاً 9,43,563 پاؤنڈ کے اثاثوں کا ارتکاز ہے اس کے مقابلے میں اسی شہر کے غریب ترین دس فیصد لوگ اوسطاً تین ہزار چار سو تیس پاؤنڈ کے اثاثوں کے مالک ہیں اس تناظر میں شیفیلڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈینیل ڈورلنگ کی کتاب، بے انصافی، عدم مساوات جاری کیوں؟ اس کتاب میں اسٹیبلشمنٹ کو عدم مساوات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ تاہم طبقاتی تضاد کو عیاں کرنے میں ڈنڈی مار گئے، آخر میں پروفیسر ڈورلنگ نے لکھا کہ برطانوی اشرافیہ تسلیم کر چکی ہے کہ لالچ اچھی چیز ہے اور دیکھئے کہ جب مالیاتی انہدام ہوا تو نیوز ویک کے فرید ذکریا نے مضمون لکھا کہ Price of Greed یعنی لالچ کی قیمت مالیاتی انہدام ہے، ایک اور جریدے ڈائریکٹر (فروری 1988ء) میں ایک مضمون میں بہت پہلے مورتیا نے لکھ دیا تھا۔

"ملازمتوں کے نئے مواقع پیدا کرنے اور معاشرے کی دولت میں اضافہ کرنے کی بجائے بڑی اجارہ داریاں کرنسی کی منڈی میں سٹہ بازی کی غرض سے کمپنیوں کے نظم و نسق پر قبضہ کرنے اور دیگر طفیلی سرگرمیوں کے لئے زبردست وسائل وقف کر رہی ہیں"۔ مورتیا نے مزید لکھا کہ "کاروباری حضرات غیر ملکی زرمبادلہ کے کھیل کے سحر میں گرفتار ہوں انہیں معلوم ہے کہ وہ پیداواری شعبے میں پیسہ لگائے بغیر فوری منافع کما سکتے ہیں، ان کی وفاداریاں کسی کے ساتھ نہیں ہیں وہ کوئی پیداوار نہیں دیتے ہیں نہ ہی کوئی نئے تصورات تخلیق کرتے ہیں اور وہ ہی لندن، نیویارک اور ٹوکیو کی اسٹاک مارکیٹوں میں بیٹھ کر 300 ارب ڈالر کا لین دین کرتے ہیں، جو جوئے کی بہت بڑی رقم ہے۔ اور ایک دن میں خریدی اور فروخت کی جانیوالی حقیقی اشیاء کی قدر سے بہت زیادہ ہے گویا جوئے کے میز پر جوا کھیلا جا رہا ہے، جہاز ڈوب رہا ہے اور کسی کو ادراک نہیں"۔

عہد تشویش میں انسانیت ایک دوراہے پر کھڑی ہے ایک طرف کرہ ارض پر جنت تعمیر کرنے کے تمام انسانی اور قدرتی وسائل موجود ہیں، دوسری بربریت کے سامراجی عناصر اس دنیا کی بساط لپیٹنے پر تلے کھڑے ہیں، ماحول کی تباہی کسی کو اندازہ نہیں ہے مثلاً استوائی خطے کے جنگلات 27 ہزار مربع میل فی سال کی شرح سے تباہ ہو رہے ہیں، اور انکی بنیادی وجہ منافع کی بے لگام دوڑ اور سرمایہ دارانہ پیداوار کی طوائف الملوکی ہے اور اس کا تدارک یقیناً سوشلزم میں ہی ہے وہ سائنس دان اور ماہرین عمرانیات جن کا سوشلزم سے کوئی واسطہ نہیں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ بحران کا حل کسی قسم کی عالمی منصوبہ بند معیشت ہی واحد حل ہے اس لئے آج دنیا بھر کے بائیں بازو کے دانشوروں کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ سوشلزم کی بنیاد پر ایک واضح اور معروضی حالات کے مطابق ایک نعم البدل ماڈل کا بلیو پرنٹ تیار کر لیں تا کہ اس کرہ ارض اور بنی نوع انسان کو سامراجی بھیڑیوں سے بچایا جا سکے۔

سماجی تبدیلی اور سیاسی جماعتوں کا کردار

ڈاکٹر محمد علی صدیقی

موجودہ صورت حال کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ ماضی میں زمانہ حال کے بارے میں حتی المقدور نہ سوچا جا سکا اور معاشی حکمت عملیاں حکمران طبقے کی خدمت پر مامور رہیں اور قومی ترقی کے لئے اعلیٰ مقصد سے کوئی سروکار نہ رکھا جا سکا۔

آپ اس وقت معاشی ترقی کے تمام صورت نما (indicators) سامنے رکھیں، زرعی شعبہ، صنعتی شعبہ، پبلک سیکٹر کی تمام بڑی کارپوریشنیں اور ادارے مثلاً ریلوے، واپڈا، سٹیل مل، بجلی کی پیداوار اور تقسیم کرنے والے ادارے وغیرہ وغیرہ۔ ہر سال ۷۰۰/۱۸۰۰ ارب روپے کے خسارے میں جا رہے ہیں۔ ملکی اور بیرونی قرضہ جات کا بوجھ اور ان کی ادائیگی کے لئے IMF کی طرف مراجعت کے خطرناک جال کی وجہ سے اب یہ قرضہ جات ہمارے کل GDP کے برابر ہو چکے ہیں۔ یہ صورت حال اس درجے خطرناک ہے کہ پاکستان کو موجودہ صورت میں ناکام ریاست تصور نہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ بین الاقوامی مالیاتی ادارے نے آئندہ سہ ماہی کے لئے نئی قسط جاری کرنے سے فی الحال معذرت کر لی ہے۔ اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ہمارے پاس معاشی ترقی کے لئے سرمایہ کاری مقدر بھر تو کجا، مطلوبہ شرح کا دس فیصد بھی نہیں ہے جب کہ آبادی میں اضافے کی صورت حال یہ ہے 2030ء تک ملک کی آبادی ۳۰ کروڑ سے متجاوز ہو جائے گی اور اس آبادی کے لئے پینے کا پانی بھی خاطر خواہ مقدار میں مہیا نہ کیا جا سکے گا۔ ہماری سالانہ معاشی ترقی کی رفتار اور آبادی میں اضافے کی رفتار میں بہت سخت مقابلہ ہے اور ہمارے پاس آبادی کے ایٹم بم پھٹنے سے روکنے کے لئے کوئی علاج نہیں ہے۔ ایک ماہر معاشیات نے کہا ہے کہ شادیوں پر پابندی کی ایک تجویز قابل غور تجویز بنتی جا رہی ہے جو ہمارے جیسے روایتی سوچ کے ملک میں صرف ناممکن ہی نہیں بلکہ ناقابل قیاس ہے ادھر مغرب میں جہاں دنیا کی تقسیم غیر ملکی محنت کشوں کی ضرورت اور غیر ملکی مزدوروں کی ضرورت کو مسترد کرنے والے ممالک میں ہو گئی ہے۔ ہماری افرادی قوت کے لئے دروازے بند ہیں۔ ہمارے اسٹاک ایکسچینجوں میں بیرونی سرمایہ کاری کے لئے بڑا تپاک ہے لیکن مغرب میں ہماری فیاضی کے جواب میں ہمارے مزدوروں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور اس طرح سرمایہ دار ممالک سرمایہ کی آزاد گردش اور مزدوروں پر پابندی کے یک طرفہ کھیل سے محظوظ ہو رہے ہیں۔

ہمیں ایک اور خطرناک صورت حال بھی درپیش ہے کہ UOP سے شائع شدہ ایک کتاب کے مطابق ہماری بیوروکریسی GDP کا تقریباً ۴ فیصد کرپشن کے ذریعے ہضم کر جاتی ہے۔ ایک بین الاقوامی ایجنسی کی طرف سے اس قدر واشگاف الفاظ میں ملک کی بیوروکریسی پر کرپشن کا اس نوع کا الزام لمحہ فکریہ ہے۔

ہمارے زرعی شعبے میں ۴۰ فیصد کسان بے زمین ہیں اور زرعی شعبے کے ٹریکٹروں اور threshers کے روز افزوں استعمال کی وجہ سے یہ آبادی شہروں کا رخ کر رہی ہے۔ ادھر خیبر پختون خواہ میں دہشت گردی کے باعث حالیہ چند برسوں میں [روزنامہ جنگ میں شائع شدہ ایک رپورٹ مورخہ ۳۰ مارچ کے مطابق] اس صوبے کے باشندے صوبہ سندھ اور خاص طور پر کراچی کا رخ کر رہے ہیں۔ گزشتہ تین سال میں ۱۷ لاکھ افراد نے صوبہ سندھ کا رخ کیا ہے۔ اس صورت حال نے منصفانہ معاشی نظام کے قیام کے لئے منضبط سیاسی کوششیں اور ترقی کے عمل کے لئے درکار سرمایہ کاری کی ضرورت نے ہمیں ایک آتش فشاں کے منہ پر لا کھڑا کیا اور اب ۳۰ جون ۲۰۱۰ کے اعداد وشمار کے مطابق بیرونی ممالک سے ملنے والی امداد ۳۱۴۳ ملین ڈالر کے جواب میں قرضہ جات پر سود اور اصل واپس کرنے کی رقم ۷۰۱۵ ملین ڈالر ہو چکی ہے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صورتحال کس درجہ خراب ہے۔

حکومت اسٹیٹ بنک سے اور بیرونی مالیاتی اداروں سے جس تیز رفتاری سے قرضے لے رہی ہے اس سے طلب اور رسد کا توازن ختم ہو گیا ہے اور اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں بے تحاشہ اضافے کے ساتھ بیروزگاری کے عفریت نے جرائم کو باقاعدہ پیشے کی شکل دے دی ہے اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کیا ہمارے پالیسی ساز ادارے ہنوز خواب غفلت میں مست ہیں۔ یہ وہ صورت ہے جس میں سیاسی جماعتوں کا کردار اہم ہو جاتا ہے۔ ہر سیاسی جماعت کو خود انحصاری کی بنیاد پر ایسی معاشی حکمت عملی ترتیب دینی چاہئے جس میں intermediate technology اور پیدائش دولت کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ افرادی قوت کی کھپت کے طور طریقے اپنائے جائیں۔ جدید ترین صنعتی ادارے ہمارے معاشرے کا توازن خراب کر رہے ہیں اور دنیا کے اعلیٰ معاشی ماہرین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ روایتی طریقہ زندگی کو اکھاڑ پھینکنے والی جدید ترین ٹیکنالوجی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب ماہرین معیشت کے زاویہ ہائے نگاہ اس حد تک IMF & World Bank کے نظریات کے مطابق یا ان نظریات کے خلاف ہیں کہ ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہمیں کن ماہرین کی طرف دیکھنا چاہیے۔

میرے خیال میں تیسری دنیا کے ہمدرد ماہرین کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ IMF اور World Bank ترقی پذیر دنیا میں ساختیاتی تبدیلی کے پروگرام پر زور دیتے ہیں جس میں تیسری دنیا کے ممالک پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ملک

باقی صفحہ نمبر 12 پر

تاریخ کا سبق یاد رکھا جائے

بابر ایاز

پچھلے دنوں 1940 میں منظور کی جانے والی قرارداد پاکستان کی سرکاری سطح پر 71 ویں سالگرہ منائی گئی۔ اس دن کو یوم پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ کی تمام دستاویزات (مثلاً 1930 میں الہ آباد میں علامہ اقبال کا خطاب، جناح کے 14 نکات اور 1940 کی قرارداد لاہور) میں صرف یہ کہا گیا تھا کہ ہندوستان کی حدود کے اندر مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں اور نوابین کی ریاستوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے۔

ان دستاویزات میں مرکز کو صرف خارجہ پالیسی، دفاع، مواصلات اور کرنسی کے محکمے اپنے پاس رکھنے کے لئے کہا گیا تھا مگر مضبوط مرکز کے حق میں انڈین کانگریس کی پالیسیوں کی وجہ سے اس مطالبے کا نتیجہ بالآخر ہندوستان کی تقسیم کی صورت میں نکلا۔ تاہم پاکستان بن جانے کے 24 سال بعد یہی مطالبہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے کیا۔ آج بھی چھوٹے صوبوں کے سیاستدان یہی مطالبہ کرتے ہیں اور ان کا اصرار ہے کہ 1940 کی قرارداد پر لفظی و معنوی طور پر عمل ہونا چاہیے۔

مسلم اکثریتی صوبوں کے لئے زیادہ سے زیادہ خودمختاری کا نعرہ لگانے والوں میں مسلم حکمران اشرافیہ اور مراعات یافتہ طبقہ پیش پیش تھا۔ مسلم لیگ کی قیادت نے عوامی حمایت حاصل کرنے کے لئے مذہب کے جذباتی نعرے کو استعمال کیا۔ اگرچہ اصل مقصد ان علاقوں کے مسلم حکمرانوں اور متوسط طبقات کے لئے زیادہ سے زیادہ خودمختاری حاصل کرنا تھا مگر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مذہب کو استعمال کیا گیا۔

ہر سرکاری فورم پر اور زیادہ تر اہم دستاویزات میں جو اصطلاح استعمال کی گئی وہ مسلم اکثریتی علاقوں کی تھی اسلامی ریاست کی نہیں تھی۔ ان دونوں میں واضح فرق ہے: مسلم ریاست کا مطلب یہ ہے کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں جبکہ اسلامی ریاست جو بالآخر ہم بن چکے ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ جہاں قوانین شریعت کے مطابق ہوں۔

ہمارے معاشرے میں موجودہ خلفشار کی وجہ یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران عام لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے جو نعرہ بازی کی گئی اور مذہب کا جس انداز میں جذباتی استعمال کیا گیا وہ ملک کا راستہ متعین کرنے کے عمل پر غالب چلا آ رہا ہے اور یہ وہ راستہ ہے جو ہمیں ایک اور خونریز انجام کی طرف لے جائے گا۔ پہلے دن سے ہی مذہبی قیادت نے خود کو حاوی کرنا شروع کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریک پاکستان کی قیادت نے اسے یہ موقع دیا۔ قرارداد مقاصد کو قبول کر کے پہلے ہار مانی گئی۔ چنانچہ محمد علی جناح کی 11 اگست 1947ء کی واحد تقریر، جس کا حوالہ لبرل دوست تواتر کے ساتھ دیتے ہیں، جناح صاحب اور دوسرے عمائدین کی ان لاتعداد تقریروں کا مداوا نہیں کر سکتی، جن میں انھوں نے اعلان کیا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس لئے علیحدہ وطن کی ضرورت ہے کہ وہ ایک الگ قوم ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان کے مسلمان جو پچھلے ایک ہزار سال سے وہاں آباد چلے آ رہے تھے اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہے تھے؟ یقیناً انھوں نے دوسرے مذاہب کی جانب سے کسی چیلنج کے بغیر ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ اس کے برعکس اگرچہ مسلمان اقلیت میں تھے انھوں نے 800 سال تک ہندوستان پر حکمرانی کی مگر انھیں کبھی یہ محسوس نہ ہوا کہ وہ علیحدہ قوم ہیں۔ مگر جب جمہوریت آئی جس میں تعداد ہی فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے، اور یہ نظر آنے لگا کہ ہندو اکثریت کو مسلمانوں پر بالادستی حاصل ہو جائے گی تو ان کی صدیوں کی کھوئی ہوئی یادداشت لوٹ آئی اور انھیں یاد آ گیا کہ وہ ایک علیحدہ قوم ہیں۔ چنانچہ جمہوریت سے انحراف کر کے ہندوستان کی اشرفیہ نے اُس خودغرض کھلاڑی جیسا رویہ اختیار کیا جو گلی محلے کے میچ میں اپنے حصے کی بیٹنگ کرنے کے بعد فیلڈنگ کی باری سے انکار کر دیتا ہے اور یہ کہتے ہوئے بلا بغل میں دبا کر چل دیتا ہے کہ اسے ماں بلا رہی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی کھوئی ہوئی یادداشت اس وقت بحال ہوئی جب برطانیہ نے ہندوستانی عوام کو اپنی حکمرانی کے محدود اختیارات دینے کے لئے اصلاحات شروع کیں۔۔۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اکثریت کو حکمرانی کا حق ہوگا۔ "دوقومی نظریہ" اس بنیادی مطالبے سے معرض وجود میں آیا کہ مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں اور نوابوں کی ریاستوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے۔ اس کی وجہ مسلم اشرافیہ کا یہ خوف تھا کہ جن صوبوں میں ان کی حکومت ہے وہاں ان کا کنٹرول ختم ہو جائے گا۔ ایسے علاقوں کی مسلم اشرافیہ نے جہاں وہ اقلیت میں تھے اس تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ 1935ء کے نفاذ سے انھیں ان صوبوں کی سرکاری ملازمتوں میں اپنا حصہ کم ہو جانے کا ملال تھا۔

اس اشرافیہ نے عوام کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر مذہب کا بے دریغ استعمال کیا۔ مذہب کو سیاست کے ساتھ گڈمڈ کرنا ہمیشہ سے ایک خطرناک روش رہی ہے۔ وہ تمام اقوام جنھوں نے یہ راستہ اختیار کیا مذہبی قوتوں کے ہاتھوں یرغمال بن گئیں۔ سعودی عرب میں اب کیا ہو رہا ہے، خاندان سعود نے علاقے کے دوسرے قبائل اور مسلمانوں کے دو مقدس ترین مقامات۔۔۔ مکہ اور مدینہ

پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے کے لئے وہابی کٹرپن کو جواز کے طور پر استعمال کیا۔ آج شاہی خاندان کو تازہ ہوا کی گزر کے لئے معاشرے کو کھولنا دشوار نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر خواتین کو بنیادی حقوق دینے سے انکار کیا جاتا ہے، اور اس ضمن میں کی جانے والی ہر کوشش کو خواہ وہ شاہی خاندان کے افراد ہی کی جانب سے کیوں نہ کی جائے مذہبی لیڈر ناکام بنا دیتے ہیں۔

اسرائیل میں جہاں مذہب کے نام پر زمین حاصل کی گئی، مذہبی انتہا پسند، لبرل یہودی رہنماؤں کی جانب سے فلسطینیوں کے جائز مطالبات تسلیم کرانے کی ہر کوشش کے خلاف مزاحمت کرتے نظر آتے ہیں۔ بیگن کو جنھوں نے امن معاہدے کی کوشش کی تھی قتل کر دیا گیا۔

ایران میں جہاں شاہ کے خلاف انقلاب کو مذہبی لابی نے ہائی جیک کر لیا آج مقدم ترین مذہبی ادارہ اصلاحات کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیتا ہے اور جمہوریت پسند جیلوں میں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ متعدد کو مار دیا گیا ہے۔ اس گروہ میں پاکستان بھی پیچھے نہیں ہے۔ امتیازی مذہبی قوانین کو جنھیں ذاتی دشمنیاں چکانے کے لئے غلط طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے تبدیل نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اب بھی مذہبی انتہا پسند تحریک پاکستان کے بنیادی نعروں سے اپنی قوت حاصل کرتے ہیں۔ 7ویں صدی کے عرب قبائل کے نظام اقدار اور 21ویں صدی کی سرمایہ دارانہ قدروں کے درمیان تصادم تیز ہو رہا ہے۔ یہ کشمکش پاکستانی سماج کو برباد کر رہی ہے۔ انسانی اقدار کا نظام جس قدر تیزی سے آگے بڑھے گا، جو تاریخ کا فطری راستہ ہے، تنزل پسند طاقتوں کی طرف سے مزاحمت اتنی ہی شدید ہوگی۔ زوال پسند مذہبی قوتیں اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں کہ انسانی تاریخ او رقدروں کے نظام جامد نہیں ہوتے۔ تبدیلی کا عمل جاری وساری رہتا ہے۔ تاریخ کی پیش قدمی کو روکنے کی کوئی بھی کوشش، خواہ وہ کتنی ہی پرتشدد کیوں نہ ہو، عارضی ہوا کرتی ہے، تاریخ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔

بقیہ: سماجی تبدیلی اور سیاسی جماعتوں کا کردار

کی کرنسی کی قدر گھٹا کیں۔ اس طرح ترقی پذیر ممالک زیادہ برآمدات کے باوجود کم زر مبادلہ پاتے ہیں اور جب غیر ملکی اشیاء کی درآمد کرتے ہیں تو مہنگے دام خرچتے ہیں اس سے تیسری دنیا میں مہنگائی بڑھتی ہے۔ اس طرح غربت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک طرف ایک ترقی پذیر ملک مغربی ملک کے مقابلے میں غریب ہوتا رہتا ہے اور دوسری طرف اس ترقی پذیر ملک کے غریب بھی اپنے سرمایہ داروں کے مقابلے میں زیادہ غریب ہوتے رہتے ہیں۔ عالمی ادارہ تجارت کے مطالبے پر درآمدات پر زیرو فیصد یا بہت کم کسٹم ڈیوٹی کی وجہ سے ملکی صنعت کی ترقی رک جاتی ہے یا کم ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح بجٹ خسارے میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور ترقی پذیر ممالک کے ترقیاتی کام کم سے کم تر ہوتے جاتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں بھی ایسی ہی صورت حال کا سامنا ہے اور مزدور تنظیمیں عالمی ادارہ تجارت (WTO) کے مطالبات کے خلاف ہیں۔ اشوک بھارتی کے خیال کے مطابق ہندوستان میں غریب طبقات کی غربت میں اضافہ کا سبب ساختیاتی رد و بدل پروگرام (SAP) ہے اور پاکستان میں بھی IMF اور ورلڈ بنک کی سفارشات پر عمل کرنے کے باعث ساٹھ فیصد افراد غربت کی لکیر کے نیچے دھکیلے جا چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ IMF اور عالمی بنک ترقی پذیر ممالک سے اپنی معیشت پر کنٹرول کا حق چھین لیتے ہیں اور اپنے تجویز کردہ اقدامات کے ذریعے عوام کو فائدہ پہنچانے والے ضابطوں کی بجائے de-regulations کے ذریعے ملک کے امیر طبقے کو عالمی معیشت کیلئے مددگار طبقے بنا دیتے ہیں۔

اس لئے سیاسی جماعتوں کے کردار پر غور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہر سیاسی جماعت پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنا منشور بناتے وقت اس مسئلے پر اچھی طرح غور کرے کہ کیا وہ کسی ایسے منشور پر عمل درآمد کر سکتی ہے جس کا تقاضہ ملک کی معاشی خودمختاری کا خاتمہ کرنے والی پالیسیوں کو اپنانا ہو؟

اگر آپ کا ملک ساختیاتی رد و بدل کے پروگرام (Structural Adjustment Program) پر عمل درآمد کیلئے خود کو پابند کر چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے ملک نے اپنے عوام کیلئے غربت میں اضافے کے پروگرام پر عمل درآمد کرنے کا وعدہ کر چکا ہے۔ آپ ایک طرح سے عالمی مارکیٹ معیشت کے Neo-Liberal ایجنڈے میں شامل ہو چکے ہیں اور اب اس پروگرام سے پیٹھ موڑ نا ناممکن ہوگا۔

اس کا یہ مطلب ہوا کہ سیاسی جماعتیں قومی مفادات کی غرض سے ادارہ عالمی تجارت، عالمی مالیاتی فنڈ اور ورلڈ بینک کے صرف ان مشوروں اور احکامات کو تسلیم کریں جو قومی خودمختاری کے خلاف نہ ہوں اور اس کیلئے ضروری ہے کہ آپ غیر پیداواری اخراجات پر، جن میں دفاعی اخراجات سرفہرست ہیں، اس غرض سے نظرثانی کریں کہ کیا ملک کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی سے دفاعی اخراجات کم ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی خارجہ پالیسی کو حقیقت پسند بنانا پڑیگا۔ برطانیہ نے اپنی نوآبادیات کو اس لئے آزاد کیا کہ وہ نوآبادیات کے ساتھ اپنی معیشت چلانے کے لائق نہیں رہا تھا اور اسے امریکہ جیسے اتحادی نے دوسری عالمگیر جنگ کے درمیان اپنی نوآبادیوں کو آزاد کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ہمارے لئے بھی پڑوسی ممالک سے اختلافات کی خلیج میں کمی کیلئے شعوری کوشش ضروری ہے۔ ایک خودکفیل معیشت اپنی قومی انا کی زیادہ بہتر حفاظت کر سکتی ہے۔ ہماری معاشی صورت حال کا تقاضہ ہے کہ قومی انا اور قومی خودمختاری کی حفاظت اپنے معاش وسائل کی محدودات میں رہ کر کی جائے تو وہ زیادہ دیرپا ہوگی۔

یکم مئی 1886ء تا 2011ء محنت کشوں کا عالمی دن

منظور رضی

یکم مئی یا پھر یوم مئی یہ دنیا بھر کے محنت کشوں کا عالمی دن ہے اور اس کا فیصلہ بھی محنت کشوں نے ہی کیا تھا نہ کہ اقوام متحدہ (UNO) نے کیا تھا کیونکہ اس وقت اقوام متحدہ کا وجود ہی نہیں تھا۔ یوم مئی دنیا بھر کے محنت کش عوام 1886ء کے شکاگو کے ان محنت کشوں کی یاد میں مناتے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر یومیہ 8 گھنٹے اوقات کار مقرر کروا لئے تھے۔ اس روز دنیا بھر کے محنت کش شکاگو کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جلسے، جلوس، ریلیاں اور سیمینار منعقد کر کے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ جب تک دنیا سے استحصالی نظام کا خاتمہ نہیں ہو جاتا ہماری جدوجہد جاری و ساری رہے گی۔ محنت کشوں، محکوموں، مظلوموں اور غلاموں کی یوں تو بڑی طویل، کٹھن اور صبر آزما جدوجہد صدیوں سے جاری ہے۔ جب سے دنیا تشکیل پائی ہے اور جب پہلی مرتبہ زمین پر چند طاقتور لوگوں نے لکیریں کھینچ کر اپنی حق ملکیت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا تھا اور کمزور، مظلوم، محکوم عوام پر ظلم اور جبر کر کے اپنا دست نگر اور غلام بنا لیا تھا تب ہی سے دنیا میں طبقاتی فرق پڑنا شروع ہو گیا تھا اس وقت کے طاقتور اور ظالم لوگوں نے جبر اور ظلم کر کے ان سے جبری مشقت لینا شروع کر دی تھی۔ اس سے قبل کا ابتدائی معاشرہ ایک اشتراکی معاشرہ تھا۔ لیکن 18ویں اور 19ویں صدی میں مزدور طبقہ منظم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب بھاپ سے چلنے والے انجن اور کارخانے مشینی دور میں داخل ہو رہے تھے۔ بڑے کم معاوضہ پر مزدوروں سے جبری مشقت اور بیگار لی جاتی تھی۔ اس سے قبل 1789ء میں فرانس میں انقلاب آ چکا تھا جسے پیرس انقلاب یا پیرس کمیون بھی کہتے ہیں۔ کارل مارکس کے نظریات کھل رہے تھے اینگلز کا دور تھا۔ داس کیپٹل مارکیٹ اور یورپ میں آ چکی تھی۔ 1883ء میں کارل مارکس کا انتقال ہو گیا۔ اسی دور میں محنت کشوں میں انجمن سازی کی ابتدا ہوئی۔ اس دور میں محنت کشوں کے کوئی اوقات کار نہ تھے نہ ہی کوئی قانون تھا۔ رات گئے تک کام کرنا پڑتا تھا۔ حادثے یا موت کی صورت میں کوئی معاوضہ نہیں ملتا تھا۔ یورپ میں نئی نئی صنعتیں لگ رہی تھیں، سائنس بھی ترقی کر رہی تھی، کارخانوں، فیکٹریوں کا جال بچھایا جا رہا تھا۔ مزدور طبقہ اُبھر رہا تھا اور یونین سازی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سب سے پہلے برطانیہ میں مزدوروں نے جدوجہد کی، یونینز بنائیں، فیڈریشن تشکیل دیں۔ اس سے قبل بھی مزدور جدوجہد کرتے رہے مگر جو کام شکاگو کے محنت کش کر گئے وہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ آج سے ٹھیک 125 سال قبل ایسے جوشیلے انقلابی اور جدوجہد کرنے والے نوجوان سیاسی اور مزدور رہنما پیدا ہو چکے تھے جنہوں نے شکاگو میں پہلی اور مکمل ہڑتال کر کے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے دنیا کی مزدور تحریک میں ایک نیا رخ، نیا موڑ اور اپنا خون دے کر محنت کشوں کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا۔ یہ واقعہ امریکہ کے صنعتی شہر شکاگو کی مشہور زمانہ "ہے (HAY)" مارکیٹ کے قریب پیش آیا۔ ان محنت کشوں نے اس وقت کے حکمرانوں، مل مالکوں، کارخانہ داروں، سرمایہ داروں، صنعتکاروں کو للکارتے ہوئے کہا تھا کہ ظالم حکمرانوں، ہم بھی انسان ہیں، ہمیں بھی زندہ رہنے کا حق دو۔ ہمارے اوقات کار مقرر کرو، ہماری تنخواہوں میں اضافہ کرو، ہمیں روزگار دو۔ وہ نعرے لگا رہے تھے دنیا کے مزدورو، ایک ہو جاؤ۔ وہ بلا رنگ و نسل و مذہب ایک تھے، اپنے حقوق اور مطالبات کی بات کر رہے تھے۔ پورا صنعتی شہر شکاگو جام ہو گیا تھا۔ ملوں، کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں نکلنا بند ہو گیا تھا۔ دنیا میں یہ پہلا موقعہ تھا جب محنت کرنے والے محنت کشوں نے اپنے اتحاد کے ذریعہ علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور مکمل ہڑتال کر کے ایک نیا باب رقم کیا تھا اور پھر یکم مئی 1886ء کو صبح کے ایک اخبار میں گمنام صحافی نے اپنا انقلابی فرض ادا کرتے ہوئے لکھا جو کہ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔

"مزدورو! تمہاری لڑائی شروع ہو چکی ہے فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا۔ آگے بڑھو، اپنے مطالبات منوانے کے لئے۔ اپنے اوقات کار کے لئے۔ جدوجہد جاری رکھو، حاکموں کو جھکنا پڑے گا۔ جیت اور فتح تمہاری ہوگی۔ ہمت نہ ہارنا، متحد رہنا، اسی میں تمہاری بقا، اسی میں تمہاری فتح ہے۔ لڑتے رہنا مطالبات کی منظوری تک"۔

صحافی کی اس تحریر نے محنت کشوں میں مزید جذبہ اور اُبھار پیدا کر دیا اور انہوں نے زوردار نعرہ کے ساتھ 8 گھنٹے اوقات کار کا مطالبہ کر دیا اور یوں پہلی مرتبہ 24 گھنٹوں کو کچھ اس طرح تقسیم کیا گیا۔ ہم 8 گھنٹے کام کریں گے۔ ہم 8 گھنٹے آرام کریں گے اور ہم 8 گھنٹے اپنے اہل خانہ اور بیوی بچوں میں گزاریں گے۔

حکمرانوں، مل مالکوں، سرمایہ داروں کو محنت کشوں کا یہ نعرہ اور اتحاد پسند نہ آیا اور پھر انہوں نے محنت کشوں کے خلاف سخت ایکشن لیتے ہوئے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ نہتے، کمزور اور پُر امن محنت کشوں کو لہولہان کر دیا۔ شکاگو کی سڑکوں پر مزدوروں کا خون بہنے لگا۔

محنت کشوں کا امن کا سفید پرچم سرخ ہو گیا۔ ایک محنت کش کی قمیض لہو سے تر ہو گئی پھر انہوں نے لہو میں ڈوبے ہوئے سرخ پرچم کو ہی اپنا پرچم بنا لیا اور فیصلہ کیا کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ہمارے مطالبات تسلیم نہیں کر لئے جاتے۔ سرخ پرچم ہی اب ہمارا پرچم ہوگا اور اس وقت سے سرخ اور لال پرچم ہی مزدوروں کا جھنڈا اور پرچم بن گیا ہے۔

آخر کار حکمرانوں نے محنت کشوں کے مطالبات تسلیم کئے اور یوں پہلی مرتبہ 8 گھنٹے اوقات کار کو تسلیم کیا گیا۔ اس موقع پر محنت کشوں کے سرکردہ رہنماؤں، فشر، اینجل، پیئرسنز اور اسپائیز سمیت 7 مزدور رہنماؤں پر مقدمہ چلا اور 4 راہنماؤں کو پھانسی کے پھندوں پر چڑھا دیا گیا۔ یہ رہنما دنیا سے تو چلے گئے مگر اپنا نام، اپنا کام اور اپنی تحریک چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے۔ بعد ازاں دنیا بھر کے محنت کشوں

باقی صفحہ نمبر 15 پر

یوم مئی ۔ پاکستان کے محنت کشوں کی حالت زار

فرید اعوان

ملک میں ہر سال عالمی مزدور تحریک کے ساتھ یکجہتی اور شکاگو کے شہیدوں کی یاد منانے کے لئے یوم مئی کے موقع پر مزدور اور ترقی پسند سیاسی جماعتوں کی طرف سے جلسے، جلوس اور دیگر پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس تاریخ ساز موقعہ پر شکاگو کے شہیدوں کی بے مثال قربانیوں کو سنہری الفاظ میں خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اکابرین اور راہنما اس بات کا عہد بھی کرتے ہیں کہ وہ شکاگو کے شہیدوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مزدوروں کے حقوق کے لئے جاری جدوجہد کو زیادہ تیز، زیادہ مؤثر اور منظم طور پر آگے بڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔

ہمارے کامریڈ دوست محنت کشوں کو درپیش مشکلات اور تکالیف کے حل کے لئے موجودہ ظالمانہ اور جابرانہ نظام کے خاتمے اور مزدوروں اور کسانوں کی حکمرانی پر زور دیتے ہیں۔ اگرچہ اس نکتہ نظر اور سوچ کو مکمل طور پر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا لیکن ملک کے سیاسی و معاشی حالات اور سرمایہ دار ممالک اور ان کے حاشیہ برداروں کے ساتھ حکمران طبقے کے گٹھ جوڑ، روابط، کاسہ لیسی اور انحصار کی وجہ سے اس سوچ اور نظریہ پر عمل درآمد ایک بڑا مسئلہ ہے۔ بہرحال ان تمام تر بلند و بانگ دعووں، ولولہ انگیز اور پرجوش تقریروں، جلسے اور جلوسوں کے باوجود محنت کشوں کے روز و شب میں نہ تو کوئی نمایاں تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہی ان کی مشکلات، تکالیف اور محرومیوں میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ بلکہ ان میں ہر آنے والے دن کے ساتھ اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ تجربے اور مشاہدے سے یہ بات واضح ہے کہ شکاگو کے شہیدوں کی یاد اب ہمارے نزدیک ایک روایت بن کر رہ گئی ہے کیونکہ ہمارے قول و فعل اور معمولات میں تضاد اور دوغلاپن ہے۔ کیونکہ ہم جو کہتے ہیں وہ کرنے کا ہمارا کوئی ارادہ اور مقصد نہیں ہوتا۔ بہرحال ملک میں آزادی کے بعد صنعتی و تجارتی اداروں کی تعداد کم ہونے کے باوجود مزدوروں کو ٹریڈ یونین میں منظم ہونے کی بڑی حد تک آزادی تھی۔ آزادی کے وقت حکومت پاکستان نے انجمن سازی اور اجتماعی سودے کاری کے بارے میں ٹریڈ یونین ایکٹ 1926ء اور انڈسٹریل ڈسپیوٹ ایکٹ 1947ء کو اختیار کیا تھا۔ یہ دونوں قوانین اگرچہ تو آبادیاتی حکمرانوں کے وضع کردہ تھے لیکن یہ مسلح افواج کے علاوہ باقی تمام مزدوروں کو ٹریڈ یونین بنانے اور اس میں حصہ لینے کا حق دیتے تھے۔

1951ء میں حکومت پاکستان نے بین الاقوامی ادارہ محنت (ILO) کے انجمن سازی کے بارے میں کنونشن نمبر 87 اور اجتماعی سودے کاری کے سلسلے میں کنونشن نمبر 98 کی توثیق بھی کردی تھی۔ جس کی وجہ سے ملک کی مزدور تحریک زیادہ آزاد اور متحرک تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں ٹریڈ یونین تحریک کی باگ ڈور اور ترقی پسند اور محنت کشوں کی پارٹیوں سے وابستہ اکابرین کے ہاتھوں میں تھی جو مزدوروں کو اپنے روزمرہ کے معاملات کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر بھی منظم کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ ان عوامل ہی کی وجہ سے ملک بھر میں خصوصی طور پر سابقہ مشرقی پاکستان میں یوم مئی نہایت جوش و ولولہ کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ لیکن آج کے پاکستان میں صورت حال یکسر تبدیل ہو کے رہ گئی ہے اس کی متعدد وجوہات ہیں لیکن ان سب میں بڑی وجہ ہمارے ملک کے حکمران طبقات کے سامراجی ممالک اور ان کے پروردہ اداروں، ورلڈ بینک اور IMF سے گہرے روابط اور گٹھ جوڑ ہے۔ ان اداروں کے ایماء پر اختیار کردہ معاشی و تجارتی پالیسیوں، سامراجی گلوبلائزیشن، مسابقت، ٹیکنالوجی، صنعتوں کی جدید انداز میں تنظیم اور مارکیٹ اکانومی کے کلچر کے فروغ کی وجہ سے ملک میں صنعتی تعلقات کے تصور میں گہری تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ جس کی وجہ سے روزگار کی فراہمی کا نظام یکسر تبدیل ہو گیا ہے اور اب طویل معیاری اور مستقل بنیادوں پر صنعتی تعلقات کی بجائے عارضی، پیس ریٹ اور ٹھیکہ داری نظام کو فروغ حاصل ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے مزدور چھوٹے بڑے کارخانوں میں اپنے آپ کو منظم کرلیا کرتے تھے لیکن اب وہ بے شمار مقامات پر بکھرے ہوئے اور غیر منظم ہیں۔ پرائیویٹائزیشن، ڈی ریگولیشن، ڈاؤن سائزنگ اور گولڈن ہینڈ شیک کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں مزدوروں کو ملازمتوں سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ روزگار کے بہتر مواقع اور دیگر غیر یقینی حالات کی وجہ سے بڑی تعداد میں ہنرمند اور تجربہ کار کارکن بیرون ملک چلے گئے ہیں۔ ملک کی معیشت میں رونما ہونے والی ان بنیادی تبدیلیوں کے نتیجے میں محنت کشوں کی آمدنیوں میں بے پناہ فرق، غربت میں اضافہ، انسانی محرومی اور عدم تحفظ پیدا ہوا ہے جس کی وجہ سے ٹریڈ یونین تحریک کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ خود حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق ملک میں محنت کشوں کی مجموعی تعداد یعنی 5 کروڑ مزدوروں میں سے صرف پانچ فی صد مزدور ٹریڈ یونین میں منظم ہیں اور ان میں سے بھی صرف 35% کو سودے کاری کا حق میسر ہے۔ حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ ملک کے 100 سے زیادہ مزدور فلاحی قوانین کا اطلاق بھی صرف ان 5% منظم مزدوروں پر ہی ہوتا ہے اور بقیہ 95% مزدوروں کی حالت یہ ہے کہ مالکان ان کو تقرری کا لیٹر بھی نہیں دیتے اور اس کے باوجود اگر مزدور کسی نہ کسی طور منظم ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو مالکان ان سے لاتعلقی اختیار کرتے ہوئے انہیں

ملازمتوں سے برخاست کردیتے ہیں۔ یہی عوامل ہیں جن کی وجہ سے ملک میں مزدور تحریک نہایت ہی کمزور ہے۔ جس کی وجہ سے یوم مئی کے موقع پر نکالے جانے والے جلوسوں اور جلسوں میں وہ جوش اور ولولہ نظر نہیں آتا جو آزادی کے بعد موجود تھا۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ منظم مزدور بھی مختلف تنظیموں اور گروہوں میں تقسیم ہیں۔ لسانی اور مذہبی بنیادوں پر بھی مزدوروں کی تقسیم نے تحریک کو بری طرح متاثر کیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یوم مئی کے موقع پر ہر تنظیم اور گروہ اپنی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے اور خصوصی طور پر تحکہ محنت میں اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے جلسے اور جلوس نکالتا ہے اور اس طرح مزدور اکابرین اپنے ہی منشور اور نعرے "کہ دنیا بھر کے مزدوروں ایک ہو جاؤ۔ مزدور اتحاد زندہ باد۔ مزدور مزدور بھائی بھائی" کی نفی کرتے ہوئے مجموعی طور پر مزدور تحریک کو نقصان پہنچانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس صورت حال کے باوجود ملک میں مزدوروں کے اتحاد اور انہیں متحد اور منظم کرنے کی کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں اور گزشتہ سالوں میں اس مقصد کے لئے متعدد اتحاد بھی قائم ہوئے۔ لیکن وہ مختلف عوامل کی وجہ سے زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے۔ بالآخر 1994ء میں ملک کے منظم مزدوروں کی چھ بڑی فیڈریشنوں نے باہم مل کر پاکستان ورکرز کنفیڈریشن کے نام سے ایک اتحاد قائم کیا۔ ابتداء میں یہ اتحاد بڑا کامیاب رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ اتحاد میں شامل رکن تنظیموں کے باہمی انتشار، ذاتی اور جماعتی مقاصد کی وجہ سے اب یہ روبہ زوال ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ملک کے مزدوروں کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے جس کو وسیع تر تنظیم میں لانا ضروری ہے۔ اس موقع پر شکاگو کے شہیدوں کو اس سے بہتر انداز میں خراج تحسین پیش کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا۔

اس کے علاوہ ملک کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اور بین الاقوامی طور پر سامراجی ممالک کی اختیار کردہ پالیسیوں اور ملک کے دستور میں 18 ویں ترمیم کے بعد ملک کے صنعتی تعلقات میں جو بنیادی تبدیلیاں ہونے جا رہی ہیں ان کی وجہ سے بھی اس اتحاد کی ضرورت اور افادیت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ کیونکہ صنعتی تعلقات کے جملہ معاملات صوبوں کو منتقل ہونے کے بعد ہر صوبہ اپنے اپنے حالات اور ضروریات کے مطابق صنعتی تعلقات کے سلسلے میں پالیسیاں اور پروگرام مرتب کرے گا جس کی وجہ سے ملک کے مزدوروں کے معاملات کے سلسلے میں یکسانیت، یکجہتی اور اتحاد قائم رہنا بہت مشکل ہوجائے گا۔ اور اس کا عملی مظاہرہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ 18 ویں ترمیم کے بعد ملک کے چاروں صوبوں نے صنعتی تعلقات کے الگ الگ قوانین نافذ کردیئے ہیں۔ ملک کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب نے اپنے قانون کے تحت کسی بھی ادارے میں ٹریڈ یونین کے رجسٹریشن کے لئے کم سے کم 50 مزدوروں کی تعداد مقرر کی ہے یعنی وہ ادارہ جہاں 50 سے کم مزدور کام کرتے ہیں وہاں قانون کے مطابق یونین نہیں بنائی جاسکتی۔ جبکہ باقی تین صوبوں میں ایسی کوئی پابندی موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے قبل مرکزی سطح پر نافذ کردہ جملہ قوانین میں اس طرح کی کوئی پابندی تھی۔ اس کے علاوہ پنجاب نے یونین کے عہدیداروں کے لئے آؤٹ سائڈر کے لئے مخصوص کوٹے کو 25% سے کم کرکے 20% کردیا ہے جوکہ صرف آئین کے آرٹیکل 17 کے خلاف ہے بلکہ ILO کے کنونشنز 87 اور 98 کی بھی واضح خلاف ورزی ہے۔ بہرحال ٹریڈ یونین کے معاملات اور ملک کے مزدوروں کے ٹریڈ یونین کے حقوق پر پابندیوں کے ساتھ ساتھ ملک کے محنت کش عوام کی بڑی اکثریت اپنے بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہے۔

بقیہ: منظور رضی

نے جدوجہد کے ذریعہ ہی کئی اور حقوق حاصل کئے ۔ 1917ء میں روس میں انقلاب آیا۔ یورپ میں مزدوروں نے کئی اور مراعات حاصل کیں، پورے یورپ میں اب اوقات کار 6 گھنٹے مقرر ہیں جبکہ ہمارے ملک پاکستان میں آج بھی 8 گھنٹے کے بجائے 12 گھنٹے، 16 گھنٹے کام لیا جاتا ہے۔

پاکستان میں محنت کشوں کے حاصل شدہ حقوق غصب کئے جارہے ہیں۔ حکمرانوں، سرمایہ داروں، فرقہ پرستوں اور بعض سیاسی جماعتوں نے مزدوروں کو تقسیم در تقسیم کردیا ہے۔ آج پاکستان میں مزدور سیاسی جماعتوں کے علاوہ مذہب، فرقہ، زبان، قومیت اور علاقے کے نام پر تقسیم ہورہے ہیں۔ ٹریڈ یونین بڑی کمزور ہے۔ تحریک دم توڑ رہی ہے۔ بلکہ تباہ ہورہی ہے۔ کئی لیبر لیڈر، لیبر لارڈ بن گئے ہیں۔ وہ بیچارے کلچر اور ائرکنڈیشنڈ دفتروں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ مزدوروں سے براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ گو کہ ملک میں جمہوری حکومت ہے مگر بڑے بڑے قومی اداروں کی نجکاری کا عمل جاری ہے۔ 18 ویں ترمیم کے بعد قومی اداروں کی یونینز کہاں جائیں گی۔ NIRC کا کیا بنے گا۔ نئی لیبر پالیسی کب آئے گی۔ ریلوے سے منسٹری آف ڈیفنس (MOD) کا خاتمہ کب ہوگا۔ ریفرنڈم کب ہوگا۔ قومی اداروں کی نجکاری کی پالیسی کب ختم ہوگی۔ جاگیرداری کا نظام کب ختم ہوگا۔ کھیت مزدور، ہاری اور کسان کو انجمن سازی کا حق کب ملے گا۔ ہوم بیسڈ ورکرز کے لئے قانون سازی کب ہوگی۔ خانیوال اور اوکاڑہ کے انجمن مزارعین کو زمین کے مالکانہ حقوق کب ملیں گے۔ حق ہڑتال کب ملے گا۔ ایک تولہ سونے کے برابر تنخواہیں کب ملیں گی۔ محنت کشوں کے اہل خانہ کا علاج اور مکان کب ملے گا۔ یہ سب سوالات ٹریڈ یونین کارکن اور مزدور راہنماؤں کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ہم آج بھی 1886ء کے دور میں رہ رہے ہیں۔ ہمیں شکاگو کے محنت کشوں کے راستے پر چل کر بڑی لمبی اور طویل جدوجہد کرنا ہوگی۔

شکاگو کے شہیدوں کو سرخ سلام۔

☆☆☆☆☆

یوم مئی (2011) کے حقیقی تقاضے

محمد نسیم راؤ

یوم مئی صرف 1886ء کے شکاگو کے مقام پر شہید ہونے والے محنت کشوں کی عظیم قربانیوں کو یاد کرنے کا ہی دن نہیں بلکہ عالمی سطح پر یہ دن مزدور اتحاد کی علامت کے طور بھی منایا جاتا ہے۔اس دن دنیا بھر کے مزدور جلسے، جلوس اور ریلیاں منعقد کر کے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے نہ صرف متحد ہیں بلکہ پرعزم بھی ہیں۔وہ ہر سال یوم مئی کے موقع پر تجدید عہد کرتے ہیں کہ جدوجہد کی جو شمع شکاگو کے مزدوروں نے اپنے خون سے روشن کی تھی اسے ہرگز بجھنے نہ دیں گے۔ مزدور اپنے اتحاد کی طاقت سے سرمایہ داروں کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ جدوجہد کے ذریعے اپنے جائز حقوق حاصل کر کے رہیں گے۔

یہ امر اپنی جگہ حقیقت ہے کہ جو لوگ اپنے جائز حقوق کے حصول کے لئے سچائی کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کے جبر، طاقت و استحصال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ظلم کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی سب سے قیمتی متاع حیات قربان کر دیتے ہیں انہیں نہ تو تاریخ بھلا پاتی ہے اور نہ ہی وہ انسانوں کے ذہن سے محو ہوتے ہیں بلکہ وہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے امر ہو جاتے ہیں اور مظلوم، محکوم بے بس اور بے کس انسانوں کے لئے ہمیشہ زندہ جاوید۔ یہی وجہ ہے کہ یوم مئی نہ صرف مزدور جدوجہد کے لئے سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے بلکہ 125 سال گزرنے کے باوجود ان عظیم انسانوں کی قربانیوں کو انتہائی عقیدت و احترام سے یاد کیا جاتا ہے اور ہر سال دنیا بھر کے محنت کش تجدید عہد کرتے ہیں کہ وہ ان عظیم راہنماؤں کی جدوجہد اور قربانیوں کو مشعل راہ بناتے ہوئے ظلم، ناانصافی، معاشی ناہمواری اور اپنے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد میں تیزی پیدا کریں گے۔

یوم مئی کے تناظر میں اگر ہم موجودہ حالات کا جائزہ لیں تو ہمیں چار سو کم و بیش ویسا ہی منظر نظر آتا ہے جو 1886ء میں اور اس سے قبل تھا۔ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی، آٹھ گھنٹے گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی اور آٹھ گھنٹے آرام کا تصور جس کے لئے یوم مئی کے شہداء نے اپنی جانیں قربان کی تھیں مفقود نظر آتا ہے۔ آج محنت کشوں سے کئی جگہوں پر 12 تا 16 گھنٹے ڈیوٹی لی جاتی ہے۔ غربت، مہنگائی، بیروزگاری، بیماری، کام پر جبر، ذہنی و جسمانی تشدد جیسے عوامل نے محنت کشوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ طویل جدوجہد کے نتیجے میں انہیں حاصل حقوق بتدریج چھینے جا رہے ہیں۔ 80% سے زائد محنت کشوں کو ٹریڈ یونین حقوق حاصل نہیں ہیں اور جہاں یہ حق حاصل بھی ہے وہاں انہیں سچائی سے تسلیم نہیں کیا جاتا اور کسی نہ کسی بہانے کے تحت عملاً ٹریڈ یونین پر پابندی رہی ہے۔ سرکاری و قومی اداروں کی نجکاری نے ملازمین کو عدم تحفظ کے خوف میں مبتلا کر رکھا ہے۔

آمرانہ حکومتوں نے سب سے زیادہ نقصان محنت کش طبقہ کو پہنچایا ہے۔ انہوں نے وہ تمام حقوق، مراعات چھین لیں جو مزدوروں نے انتھک جدوجہد اور بیش بہا قربانیاں دے کر حاصل کی تھیں۔ مزدوروں کو صرف پیداواری مشین سمجھ لیا گیا ہے۔ مہنگائی کے تناسب سے ان کا معاوضہ اتنا کم ہے کہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنا محال ہو چکا ہے۔ علاج معالجہ اتنا مہنگا ہو چکا ہے کہ اگر مزدور یا اس کے زیر کفالت فرد کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جائے تو وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ محنت کشوں کے بچوں کو معیاری و اعلیٰ تعلیم میسر نہیں۔ مزدور اپنا گھر بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ انکی بیٹیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ جس ادارہ میں ایک مزدور اپنی پوری زندگی صرف کر دیتا ہے اس کی ریٹائرمنٹ پر اس کی جگہ اس کے بیٹے یا بیٹی کی ملازمت کا تصور ہی ختم ہو چکا ہے۔ ملازمین کی سرکاری رہائشی کالونیوں میں بنیادی سہولیات ہی موجود نہیں۔ پینے کے صاف پانی کی عدم فراہمی، صفائی کا فقدان اور مکان کی خستہ حالت نے ان کی زندگی دوہرے عذاب میں مبتلا کر رکھی ہے۔ نتیجتاً خودکشی، خودسوزی جیسے انتہائی عمل کرنے پر یہ بے بس انسان مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ مزدور طبقہ کے ساتھ کیوں ہو رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ ہم متحد نہیں ہیں۔ ہمیں زبان، رنگ و نسل و مذہب کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ ہمارا اتحاد نہ بن سکے اور ہم متحد ہو کر سرمایہ داروں، جاگیرداروں، چوہدریوں، خوانین، بیوروکریسی و اشرافیہ سے اپنا حق چھیننے کے قابل نہ ہو سکیں۔

ان حالات میں یوم مئی ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ ہم اپنے تمام اختلافات ختم کر کے اپنی صفوں کو سیدھا کریں اور متحد ہو کر اپنے حقوق کے حصول کے لئے دیانتدارانہ جدوجہد کا آغاز کریں جو صرف مزدور کاز کے لئے ہو اور محنت کشوں کی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے ہو۔ اس ضمن میں ریلوے کے محنت کشوں نے ایک اچھی روایت قائم کی ہے اور ریلوے کی دو بڑی یونین ریلوے ورکرز یونین اور ریلوے ملازمین انقلابی یونین باہم مدغم ہو چکی ہیں جس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ریلوے کے 70% سے زائد محنت کش ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر جدوجہد کر رہے ہیں۔

آیئے اس اہم دن کے موقع پر ہم پھر تجدید عہد کریں کہ مزدوروں کو زبان، رنگ و نسل، مذہب و گروہوں میں تقسیم کرنے والی استعماری و استحصالی قوتوں کی سازشوں کو ناکام بناتے ہوئے متحد و منظم ہو کر جدوجہد کریں گے۔

☆☆☆☆☆

شکاگو کے شہیدوں کو سرخ سلام

ماسٹر الٰہی بخش

آج مزدوروں کا عالمی دن ہے مزدور تحریک کیلئے ہمیں دو صدی قبل جائزہ لینا ہوگا انیسویں صدی مزدوروں کے حقوق کے لئے جدوجہد کی صدی تھی ۔ 1827ء میں ریاست فلاڈلفیا میں امریکی مزدوروں نے اپنی پہلی باقاعدہ تنظیم بنائی اس طرح 1834ء میں نیویارک میں کام کرنے والی بیکریوں کے مزدوروں نے طویل اوقات کار کے خلاف ہڑتال کی اس طرح 1861ء میں کان کنوں اور 1862ء میں بوکر کے مزدوروں نے اپنی اپنی تنظیمیں بنائی 20 اگست 1866ء بالٹی مور میں ستر یونینوں نے اتحاد کر کے نیشنل یونین کے قیام کا اعلان کیا جسمیں اوقات کار 8 گھنٹے مقرر کرنے کا مطالبہ کیا 1866 میں مزدوروں کے اجتماع میں یہ اعلان کیا گیا کہ آئندہ سے آٹھ گھنٹے کام کا دن تصور ہوگا۔

مزید یہ کہ حکومت نے اگر یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو یکم مئی 1886ء سے مزدور غیر معینہ مدت کیلئے ہڑتال پر چلے جائیں گے اس مطالبے پر حکومت نے کوئی کان نہ دھرا اور نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ یکم مئی 1886ء کو ہڑتال کی کال دی گئی جسے تمام امریکہ میں زبردست پذیرائی ملی ملک کے تمام بڑے شہروں میں اور خاص طور پر صنعتی علاقوں میں محنت کشوں نے جلسے جلوس ریلیاں نکالیں سب سے بڑا جلسہ شکاگو کی HAY مارکیٹ میں ہوا جس میں ایک لاکھ مزدوروں نے شرکت کی اُس روز پورے امریکہ میں کم وبیش چھ لاکھ مزدوروں نے آٹھ گھنٹے اوقات کار کا مطالبہ دہرایا اور پرامن احتجاجی مظاہروں پر بدترین تشدد کیا گیا جس سے شکاگو کے مزدوروں پر بے پناہ فائرنگ کی گئی۔

متعدد مزدور شہید ہو گئے اور سینکڑوں زخمی ہو گئے ان کے پرچم انہیں کے خون سے رنگین ہو گئے مزدوروں کی جدوجہد کیلئے سرخ پرچم قرار پایا مزدوروں نے روزانہ احتجاج اور مظاہروں کا سلسلہ جاری رکھا ۔ آخرکار مزدور رہنماؤں کو پھانسیاں دی گئی لیکن تحریک امریکہ سے نکل کر یورپ تک پھیل گئی آخر حکومت مزدوروں کے مطالبات آٹھ گھنٹے اوقات کار اور بہتر حالات ماننے پر مجبور ہوگئی اور انکی یہ بے مثال جدوجہد اور قربانیوں نے عالمی مزدور تحریک کیلئے مشعل راہ کا کام کیا۔ دنیا بھر کے مزدوروں کا یہ نعرہ کہ دنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ، عملی شکل اختیار کر گیا اور آج بھی پوری دنیا کے مزدور اس انقلابی نعرے سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

"ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا منتظر ہے تیری روز مکافات"

پاکستان میں بھی محنت کشوں کے حالات شکاگو کے محنت کشوں سے مختلف نہیں پاکستان میں محنت کشوں سے سیاسی معاشی اور یونین سازی کا حق بھی چھینا گیا ہے ملک میں ٹھیکیداری سسٹم رائج ہو چکا ہے ۔ اداروں سے انکی چھٹیاں کی جارہی ہیں اوقات کار بارہ گھنٹے سے بھی زیادہ ہیں۔ چھ ہزار صنعتی ادارے بند ہو چکے ہیں۔

آج محنت کشوں کو مزدوروں کسانوں غریب شہریوں میں اتحاد کی ضرورت ہے موجودہ استحصالی سسٹم کو بدلے بغیر حقوق ملنا مشکل ہیں ۔ سرمایہ داروں جاگیرداروں اور سامراجی گماشتوں کی سیاسی پارٹیوں کو شکست دینے کیلئے ورکرز پارٹی پاکستان کے پلیٹ فارم سے انقلاب کے حق میں آواز بلند کرنا ہوگی اور یہی وقت کا تقاضا ہے۔

ورکرز پارٹی پاکستان زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد

یوم مئی اور ہماری جدوجہد

ادریس ستی

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اُس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

شکاگو اور ان تمام شہداء کی عظمت کو سلام جنہوں نے انسانیت کو سرمایہ دارانہ شکنجے سے نکالنے کی جدوجہد کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ دیا۔

سرمایہ داریت کا خونخوار دور اپنے تمام تر مظالم و بے رحم لوٹ مار کے سبب استحصالی شکنجے میں پورے عالم کو جکڑے ہوئے ہے۔ صرف 2% کثیر القومی ریاستی مشینری کے بل بوتے پر عوامی حقوق کو غصب کرتے ہوئے اور زمینی وسائل کو اپنے زیر تسلط رکھ کر 98 فی صد عوام پر بے خوفی سے راج کر رہا ہے۔ افسوس صد افسوس یہ ہے کہ مٹھی بھر اس لٹیرے ٹولے کو ریاستی جبر کے نیچے غریب طبقے کے لوگ مضبوط کرتے آرہے ہیں جو خود صدیوں سے اس سماج دشمن طبقے کے ظلم وجبر کا شکار ہیں ۔ جن کی ماہانہ آمدن میں اُن کے بچوں کی غذائی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں جو بیماری میں علاج کی قیمت نہ ہونے پر اپنے بچوں پر ماتم اور سوگ تو کر لیتے ہیں لیکن دوسری طرف اپنی خاموشی کی وجہ سے اپنے اوپر اور انسانیت کے جم غفیر پر ظلم کروانے میں سرمایہ داریت کے معاون کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ورکرز پارٹی پاکستان کے پلیٹ فارم سے کچلے ہوئے نچلے طبقے ریاستی اداروں کے ملازم پیشہ افراد سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اس خاموشی کو ختم کریں اور جابر وڈیرا کو گروہ کو طاقت فراہم کرنے کی بجائے اس طاقت کو انسانیت کی بقا اور خوشحالی میں بدلنے میں کردار ادا کریں اس ظالم طبقے کے خاتمے کے لئے ہمیں آج اکٹھے لڑنا ہوگا۔

تمام انسان دوست دانش ور، انجینئرز ،میڈیا کے افراد، ٹریڈ وطلباء یونینز ،سیاسی دھڑے اپنی الگ شناخت کی جگہ ایک پلیٹ فارم پر منظم اور متحرک ہو جائیں ۔ تاکہ زمینی وسائل کو چھ استبداد سے نکال کر اجتماعی انسانی اور دیگر حقوق کی بہتری اور خوشحالی کے لئے استعمال میں لا کر معاشرے میں مفلسی، مایوسیوں، محکومیوں کو خوشحالی میں بدلا جائے، جہاں امن ہو، محبت ہو، جہاں انسان کی محنت کا استحصال نہ ہو۔ جہاں ہر انسان اپنی انفرادی محنت کے ذریعے معاشرہ میں اجتماعی خوشیاں دینے اور حقوق کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر کے اپنی زندگی کا مقصد بنا لے۔

لاہور میں یوم مئی کا اجلاس اور ریلی

ورکرز پارٹی پاکستان لاہور نے یوم مئی جوش و جذبہ سے منایا۔ لاہور پارٹی نے زاہد پرویز کی قیادت میں کوئی دن پہلے سے تیاریاں شروع کر رکھی تھیں۔ ان تیاریوں میں لاہور پارٹی کے جنرل سیکرٹری علی جان نے ساتھ دیا۔ جبکہ نصیر ہمایوں نے جلسہ کے انتظامات کے علاوہ ساتھیوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام سنبھال رکھا تھا۔ یوم مئی کی تیاری میں ضلعی پارٹی نے بھرپور ساتھ دیا۔ بشیر ظفر کی قیادت میں کوٹ لکھپت کے صنعتی علاقہ سے کارکنوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

لاہور پارٹی کے دفتر کے سامنے اجلاس کے لئے شامیانوں سے پنڈال سجایا گیا تھا جس میں سرخ پرچموں کے علاوہ مزدوروں کے مطالبات سے متعلق بینرز آویزاں تھے۔ مزدور کسان اتحاد زندہ باد اور کون بچائے گا پاکستان طلباء، مزدور اور کسان کے بار بار نعرے لگ رہے تھے، ساتھیوں کے آنے کا تانتا دیر تک بندھا رہا۔

اجلاس کا آغاز مزدور جدوجہد کے ترانوں اور نظموں سے کیا گیا۔ ورکرز پارٹی پاکستان لاہور کے صدر زاہد پرویز نے ساتھیوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے یوم مئی کی اہمیت اور اس کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ خطاب کرنے والوں میں ورکرز پارٹی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل نعیم شاکر، پاکستان ٹریڈ یونین پنجاب کے صدر بشیر ظفر، ورکرز پارٹی پاکستان پنجاب کے الطاف بلوچ اور رابعہ ولایت لاہور پارٹی کے سابق صدر طارق جاوید اور لاہور پارٹی کی سابق سیکرٹری جنرل نصرت بشیر ایڈووکیٹ، کسان لیڈر، رضیہ ملک اور بزرگ ترقی پسند صحافی اور راہنما اسلم راحیل مرزا وارث علی، بشیر احمد، منصف اللہ جنرل سیکرٹری مزدور مرکز کوٹ لکھپت شامل تھے۔

مقررین نے اپنے خطاب میں شکاگو کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کے شہر شکاگو کے مزدوروں نے اوقات کار کم کرنے اور حالات کار بہتر کرنے کے لئے جدوجہد کی بنیاد ڈالی تھی وہ ابھی ختم نہیں ہوئی اور اس وقت تک جاری رہے گی جب تک سماج کو مزدوروں کے سائنسی فلسفہ کی بنیاد پر استوار نہیں کیا جاتا یا جب تک بالادست طبقات کا ظلم اور جبر ختم نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا امریکہ کے شہر شکاگو میں 125 برس قبل ایک تاریخی جدوجہد کا آغاز کیا تھا جس میں مزدوروں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اسی جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے یوم مئی دنیا بھر میں منایا جاتا ہے اور جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے تجدید عہد کیا جاتا ہے۔

پاکستان کا مزدور آج بھی اوقات کار کم کرنے، حالات کار بہتر کرنے اور محنت کے مطابق اجرت کے لئے مصروف جدوجہد ہیں۔ بیروزگاری، غربت اور مہنگائی نے محنت کش طبقہ کا زندہ رہنا مشکل کر دیا ہے۔ حکمران سامراج کے نیولبرل ایجنڈا کے کارندے ہیں اور ملک کی دولت سے بنائے گئے اداروں کی نجکاری میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف انرجی کے بحران نے نہ صرف عام شہریوں کے لئے زندگی مشکل بنادی ہے بلکہ صنعتی ادارے مزید بند ہو رہے ہیں اور نتیجتاً بیروزگار بڑھ رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے اعلان کردہ 7000 روپے کی کم سے کم ماہانہ اجرت پر بھی عمل نہیں کیا جا رہا۔ افراط زر اور مہنگائی کے تناسب سے اس اجرت کو سو فی صد بھی بڑھایا جائے تو مزدور اپنے خاندان کی کفالت نہیں کر سکتا۔ جبکہ مزدور دشمن قوانین نے ہڑتال اور انجمن سازی پر پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ قومی دولت کا اسی فیصد حصہ فوجی، غیر پیداواری اخراجات اور بیرونی قرضوں کی ادائیگی پر صرف ہو رہا ہے اور صرف 20 فیصد رقم ملک کو چلانے کے لئے دیگر شعبوں پر صرف ہوتی ہے۔ محنت کش طبقہ تعلیم، علاج معالجہ اور زندگی کی دوسری سہولتوں سے محروم ہے۔

مقررین نے مطالبہ کیا کہ فوجی اور غیر پیداواری بجٹ کم کر کے عوام کے لئے فلاحی کاموں پر رقم صرف کی جائے۔ بیرونی قرضوں پر انحصار کی پالیسی ختم کی جائے۔ مزدور کی ماہانہ تنخواہ کم از کم 15000 روپے مقرر کی جائے۔ تعلیم اور طبی سہولتیں دی جائیں۔ مزدور کے حق میں لیبر قوانین پر عمل کیا جائے اور لیبر قوانین کو عالمی لیبر آرگنائزیشن کی کنونشن کے مطابق ڈھالا جائے جن کی پاکستان نے توثیق کر رکھی ہے۔ کچی بستی کے مکینوں کو رہائش کے لئے حق ملکیت دیا جائے اور غیر حاضر مالکان اور جاگیرداروں سے زمین لے کر کاشت کاروں کو تقسیم کی جائے۔

اجلاس کے بعد محنت کش ساتھیوں نے ایک ریلی کی صورت اختیار کی جو پارٹی دفتر سے میکلوڈ روڈ، ہال روڈ، مال روڈ اور بیڈن روڈ سے ہوتی ہوئی واپس پارٹی دفتر پہنچی۔ ریلی کی قیادت پارٹی راہنماؤں اور مزدور راہنماؤں نے کی۔

بقیہ: سانگھڑ میں یوم مئی

کرتے ہوئے کہا کہ 125 سال قبل اپنی جانوں کے نذرانے دے کر جو مراعات حاصل کی تھیں دنیا کے بہت سے ممالک کے محنت کش ان مراعات سے محروم ہیں اور پاکستان کے محنت کش بھی 1960ء کی دہائی میں ایوبی دور 1972ء بھٹو دور (لانڈھی اور سائیٹ) 1977ء میں ضیاالحق کے دور میں اپنی جانوں کا نذرانہ دے چکے ہیں لیکن حالات کار اور زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اور آج بھی ان کا معاشی قتل عام جاری ہے۔ مقررین نے ملک سے مہنگائی، بے روزگاری، دہشت گردی اور مذہبی فرقہ پرستی کے خاتمے، ملک سے زمینداری نظام کا خاتمہ کر کے زمین کو ہاریوں میں مفت تقسیم کیا جائے۔ سانگھڑ میں محنت کشوں کے لئے کالونی بنائی جائے۔

مقررین نے سانگھڑ میں جئے سندھ متحدہ محاذ کے راہنماؤں کو زندہ جلا کر مارنے کی شدید مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ اس واقعہ کی سپریم کورٹ کے ججوں سے تحقیقات کرا کے قاتلوں کو عبرتناک سزا دی جائے۔

مقررین نے بلوچستان میں بلوچی عوام کے قتل عام اور کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کی مذمت کی۔ جلسہ میں ریلوے، واپڈا اور دیگر اداروں کی نجکاری نہ کرنے اور ان کے انتظام کو بہتر بنانے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔

فیصل آباد میں یوم مئی

محمد حنیف

یکم مئی شکاگو کے ان شہیدوں کی یاد میں منایا جاتا ہے جنہوں نے 1886ء میں اپنی جان کا نذرانہ دے کر انسانیت اور اپنے طبقے کے لئے جدوجہد کی وہ روایت قائم کی جس پر آج ساری دنیا کے محنت کش کمربستہ ہیں۔ آج جہاں پر بھی ظلم اور جبر بڑھتا ہے وہاں پر اس کے مخالف مزاحمت جنم لیتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار مقررین نے ورکرز پارٹی پاکستان کے زیر اہتمام یکم مئی کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب میں کیا۔

اس موقع پر مقررین میں عارف ایاز جنرل سیکرٹری ورکرز پارٹی فیصل آباد، عبدالستار، نسیم انجمن عوامی تنظیم، عاشق حسین چوہدری صدر ریلوے ورکرز یونین اوپن لائن، توحید احمد چٹھہ نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن فیصل آباد اور دیگر شامل تھے۔

مقررین نے مزید کہا کہ آج مزدوروں کے حالات دوبارہ اس نہج پر پہنچ گئے ہیں جس کے خلاف یکم مئی 1886ء کو شکاگو کے مزدوروں نے جدوجہد کی تھی۔ آج پھر مزدور کے اوقات سولہ گھنٹے سے تجاوز کر چکے ہیں۔ آج پھر مزدوروں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ آج بھی ہمارے ملک میں ٹھیکیداری نظام نے مزدوروں کی حالت ناگفتہ بہ بنائی ہوئی ہے۔ ہر طرف نجکاری، ڈاؤن سائزنگ نے مزدوروں کو بیکار کیا ہوا ہے۔ پورے ملک میں لاقانونیت کی سی صورت حال ہے۔ مزدور قوانین یا تو موجود ہی نہیں ہیں اور جو قوانین بنے ہوئے ہیں ان پر عمل درآمد نہیں ہو رہا ہے۔ رہی سہی کسر توانائی کے اس بحران نے پوری کر دی ہے جس سے بڑی تعداد میں صنعتی پہیہ بند ہو رہا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں مزدور بیروزگار ہو رہے ہیں۔ یہ حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ہم اس حکمران طبقے کے خلاف اپنی جدوجہد کا متحد ہو کر آغاز کریں جن کے پیدا کردہ موجودہ حالات ہیں۔

حالیہ بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور فی الفور اضافہ کو واپس لینے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مزدور قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے قانون سازی کی جائے۔

قراردادیں:

1۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ بجلی اور پیٹرول کی قیمتوں میں کیا گیا حالیہ اضافہ فی الفور واپس لیا جائے۔

2۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ مزدور کی تنخواہ کم از کم 15 ہزار مقرر کی جائے۔

3۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ حکمران آئی ایم ایف اور عالمی مالیاتی اداروں کی شرائط پر کی گئی نجکاری والے اداروں کو واپس لیں اور مزید اداروں کی نجکاری فی الفور بند کی جائے۔

4۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ فیصل آباد میں چار مزدور راہنماؤں پر قائم دہشت گردی کے مقدمات واپس لئے جائیں اور انہیں فی الفور رہا کیا جائے۔

5۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ مزدوروں کے اوقات کار کو کم کیا جائے اور کم از کم تنخواہ پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

پروگرام کے آخر میں پنجاب لوک رہس کی ٹیم نے جنوبی پنجاب اور سندھ میں سیلاب کے بعد جنم لینے والی صورت حال پر ایک ڈرامہ سٹیج کیا۔ ڈرامے کا نام تھا "جا تو کیائی"۔ اس سٹیج ڈرامہ کا مرکزی خیال سیلاب کے بعد مختلف ریاستی اداروں کے رویہ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ڈرامہ کو تمام حاضرین نے خوب پسند کیا۔

اس کے بعد ایک ریلی نکالی گئی جس میں حکومت کی امریکہ نواز پالیسیوں، مہنگائی اور بجلی اور پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ کے خلاف شدید نعرہ بازی کی گئی۔

☆☆☆☆☆

پنجاب انڈسٹریل ریلیشنز ایکٹ 2010 کی مزدور دشمن شق کو عدالت عالیہ میں چیلنج کر دیا گیا

پنجاب انڈسٹریل ریلیشنز ایکٹ 2010ء کی مزدور دشمن شق نمبر 3(ا) کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا ہے اور رٹ پٹیشن میں استدعا کی گئی ہے کہ مذکورہ شق کو غیر آئینی قرار دیا جائے۔ مذکورہ شق میں قدغن لگائی گئی ہے کہ کسی ادارہ یا فیکٹری میں 50 سے کم کارکن ٹریڈ یونین کے لئے تنظیم سازی نہیں کر سکتے۔

رٹ پٹیشن میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ مذکورہ شق پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 17 سے متصادم ہے جس میں تنظیم سازی کے لئے کوئی قدغن موجود نہیں اور آرٹیکل 8 کی روشنی میں کوئی ایسا قانون ترتیب نہیں دیا جا سکتا جو آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق سے متصادم ہو۔ رٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان نے انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے کنونشنز 87، 98 کی توثیق کر رکھی ہے جو مزدوروں کے حق ہڑتال اور تنظیم سازی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

پٹیشن میں مزید کہا گیا ہے کہ مزدوروں کے لئے تنظیم سازی پر کوئی بندش کسی دیگر صوبہ میں موجود نہیں ہے جب کہ پنجاب کے حکمران آئے دن مزدور دوستی کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے۔

17 مئی 2011ء کو جسٹس محمد امیر بھٹی نے حکومت پنجاب کو رٹ پٹیشن میں طلب کر لیا ہے اور تین ہفتوں میں جواب داخل کرنے کا حکم دیا ہے۔ رٹ پٹیشن کی پیروی چوہدری نعیم شاکر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور ورکرز پارٹی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل نے کی جبکہ ان کی معاونت صفدر حسین سندھو ایڈووکیٹ ہائی کورٹ اور ورکرز پارٹی پاکستان کے مرکزی سیکرٹری برائے امور محنت نے کی۔

شیخوپورہ میں یوم مئی

سرور بلوچ

ضلع شیخوپورہ کی مختلف ٹریڈ یونینز، سیاسی جماعتوں اور دیگر تنظیموں کے اشتراک سے یکم مئی کو لیبر ہال ٹرسٹ میں یوم مئی منایا گیا۔ اجلاس کا پریزیڈیم طارق محمود، اکرم ناز اور غلام دستگیر محبوب پر مشتمل تھا۔

اجلاس میں ٹریڈ یونین اور سیاسی کارکنوں کی بھرپور شرکت (جو ایک ہزار سے زائد تھی) نے محنت کش طبقہ کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا اور شکاگو کے شہداء اور ملک میں محنت کشوں کی جدوجہد میں شہید ہونے والے راہنماؤں اور کارکنوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

اجلاس میں ورکرز پارٹی پاکستان اور پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن سے متعلق کارکنوں نے ورکرز پارٹی پاکستان کے سیکرٹری محنت اور پاکستان ٹریڈ یونین کے جنرل سیکرٹری صفدر حسین سندھو، ورکرز پارٹی پاکستان کی مرکزی کمیٹی کے ممبر اور پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن پنجاب کے آرگنائزنگ سیکرٹری غلام دستگیر محبوب کی قیادت میں کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اجلاس سے خطاب کرنے والوں میں پیپلز پارٹی کے مشتاق اعوان سابق وزیر، چوہدری ریاض احمد ایڈووکیٹ، جمشید سیال جنرل سیکرٹری محلے ملک یک یونین، راشد منیر ایڈووکیٹ تحریک انصاف، لیاقت مسیح سیکرٹری ورکرز یونین مریدکے، نفیس علی، محمد صابر صدر راکس لیبر یونین، نیر راہنما خاکسار تحریک، افتخار طیب رحمانی ایڈووکیٹ، یوسف منج، آصف خان، حاجی فلک شیر، میاں محمد رفیق جنرل سیکرٹری شیخوپورہ لیبر فیڈریشن، محمد اکرم ناز صدر شیخوپورہ لیبر فیڈریشن، ایاز حسین سندھو ایڈووکیٹ، میڈم شبانہ، ڈیرہ سنگل سے طارق جواد، غلام دستگیر محبوب، صفدر حسین سندھو شامل تھے۔ جب کہ عوامی شاعر کامریڈ شفیق احمد شفیق نے مزدوروں کے دن کی مناسبت سے اپنے کلام سے حاضرین میں جوش اور ولولہ پیدا کیا۔

مقررین نے یوم مئی کے شہیدوں کی قربانیوں پا تفصیل سے احاطہ کیا اور افسوس کا اظہار کیا کہ 125 سال قبل جو حالات امریکہ کے محنت کشوں کو درپیش تھے آج پاکستان کے محنت کش اسی صورت حال کا شکار ہیں۔ ملک کے محنت کش، صنعتی مزدور، کھیت مزدور کسان، ریڑھی اور چھابڑی والے مزارع آج بھی اپنی محنت کے استحصال کی وجہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں، جبکہ ریاست پر حکمرانی کرپٹ عناصر، جاگیرداروں، سرمایہ داروں، مافیہ، فوجی و سول نوکر شاہی کی ہے۔

مقررین نے کہا کہ ملک اور خصوصی طور پر صوبہ پنجاب میں جو محنت کشوں کے حق میں قوانین ہیں ان پر بھی عمل نہیں ہوتا۔ قانون کی حکمرانی نہیں بلکہ حکمران اپنی عیش و عشرت اور من مانیوں میں مصروف ہیں۔ بھٹہ مزدوروں کے حالات کار اس قدر خراب اور اجرت اس قدر کم ہے کہ ان کے لئے باعزت زندہ رہنا مشکل ہے۔ سوشل سیکورٹی اور بڑھاپا پنشن کا رڈ بنانے کا کام رکا ہوا ہے۔ مزدور دشمن قوانین کی وجہ سے ٹریڈ یونین کی تنظیم پر پابندیاں عائد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان مسائل کا حل مزدوروں کے وسیع تر اتحاد اور تنظیم پر ہی منحصر ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیروزگاری، غربت اور مہنگائی نے محنت کشوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ شکاگو کے شہیدوں کے دن محنت کشوں کو تجدید عہد کر کے اپنے آپ کو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ عوام کے مسائل کا حل صرف محنت کشوں اور عوام کی جدوجہد میں مضمر ہے۔

اجلاس میں مختلف قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ لیبر قوانین پر عمل کیا جائے اور مزدور دشمن شقوں کو ختم کیا جائے۔ مہنگائی کے تناسب سے اجرتوں میں اضافہ کیا جائے۔

سانگھڑ میں یوم مئی

سرور بلوچ

ورکرز پارٹی پاکستان سانگھڑ نے محنت کشوں کے عالمی دن کے موقعہ پر دلبر چوک سے ایک ریلی نکالی جس کی قیادت ورکرز پارٹی پاکستان ضلع سانگھڑ کے صدر خلیل بلوچ اور سٹی کے صدر محمد بخش منگریو نے کی۔

ورکرز پارٹی کے کارکن اور سینکڑوں مزدوروں اور حاریوں نے نہایت ہی پرجوش انداز میں شرکت کی۔ صبح 8 بجے سے ہی پارٹی کارکن ٹولیوں کی شکل میں دلبر چوک پر پہنچنا شروع ہو گئے جو پارٹی کے جھنڈے اٹھا کر مزدور اتحاد زندہ باد، مہنگائی ختم کرو، ڈیزل، پٹرول، گیس کی قیمتیں کم کرو، وڈیرہ شاہی مردہ باد، امریکی سامراج مردہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے دلبر چوک سے روانہ ہو کر بچو بادشاہ چوک کی طرف بڑھنے لگے اور اس 2 کلو میٹر کے سفر کے دوران ریڑھی والے، مزدور، رکشہ اور دکانوں کے محنت کش بھی اس ریلی میں شریک ہوتے رہے اور حبیب بنک چوک پر چیمبر آف کامرس کے راہنما، ملک شیر محمد اور صوفی عبدالحق بھی ورکرز پارٹی کی ریلی میں شریک ہوئے۔

بچو بادشاہ چوک پر واپڈا کے محنت کش بھی اس ریلی میں شامل ہو گئے جہاں ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ورکرز پارٹی کے حسن عسکری، خلیل بلوچ، بخش منگریو، ملک شیر محمد، صوفی عبدالخالق، قاسم عادل، سلطی قریشی، میر حسن مری اور واپڈا یونین کے راہنما شیر نظامانی نے خطاب کیا۔

مقررین نے شکاگو کے شہدا کو خراج عقیدت پیش

باقی صفحہ نمبر 18 پر

لودھراں میں یوم مئی

مہر وقار حسین

ورکرز پارٹی پاکستان لودھراں کے زیر اہتمام یوم مئی کے حوالے سے شکاگو کے عظیم شہداء کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کامریڈ شفیق الماس کی رہائشگاہ پر ایک عوامی سیمینار منعقد ہوا جس کی صدارت چوہدری عبداللطیف مغل نے کی۔ جبکہ مہمانان خصوصی معروف قانون دان ترقی پسند دانشور راؤ محمد اسماعیل ایڈووکیٹ، سید اختر محمود شاہ، معروف صحافی ''سفیر پنجاب'' کے چیف بیورو رانا ظہور احمد تھے۔

کاروائی کا آغاز ٹھیک دس بجے شروع ہوا جس میں ریلوے یونینز سمیت کئی دیگر ٹریڈ یونینز اور ترقی پسند سیاسی ورکروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ نوجوان طالب علموں نے عوامی سیمینار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی کوششوں سے نئے بینرز بنوائے جس پر انقلابی نعرے درج تھے۔ جس میں عوام نے بڑی گہری دلچسپی ظاہر کی اور NSF کے نوجوانوں کی بھرپور حوصلہ افزائی کی۔

مقررین نے شکاگو کے مزدوروں کی تاریخ ساز جدوجہد اور لازوال قربانیوں کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کے تاریخی کردار کا انقلابی انداز میں ذکر کرتے ہوئے چوہدری عبداللطیف مغل نے کہا کہ پھانسی کے وقت جارج اینجل نے کہا ''تم ہمیں مار تو سکتے ہو مگر ہماری تحریک کو دبا نہیں سکتے''۔ ہماری تحریک تمہاری موت بن کر ابھرے گی۔

معروف ترقی پسند دانشور اور بزرگ راہنماء ماسٹر الٰہی بخش ملک نے کہا کہ ہمیں اپنی صفوں سے محنت کشوں کی قیادت پیدا کر کے اس ظالمانہ نظام کو تبدیل کرنا ہوگا۔

مہر وقار حسین نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج پوری دنیا کے محنت کشوں میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے یہ عوامی سیمینار مطالبہ کرتا ہے کہ انسانوں پر استحصال کرنے والے فرسودہ ظالمانہ نظام کو تبدیل کر کے لوک راج قائم کیا جائے۔ دیگر مقررین میں کامریڈ شفیق الماس، سید اختر محمود شاہ، راؤ محمد اسماعیل ایڈووکیٹ، رانا ظہور احمد، ملک محمد اسلم شاہد، اطہر حسین شاہ، مبشر وسیم لودھی، پروفیسر نذیر احمد ملک، راؤ محمد رفیق، اظہر بخاری، حاجی مشتاق احمد زرگر، انجینئر راہنماء حنیف کھوکھر، نوجوان ترقی پسند شاعر طارق انجم، خان محمد اور رفیق تبسم نے بھی خطاب کیا۔

بعد ازاں عوامی سیمینار کے اختتام پر تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا گیا اور ورکرز پارٹی پاکستان کی جانب سے مہمانوں کو ضیافت دی گئی۔

بلوچستان میں یوم مئی

ورکرز پارٹی پاکستان بلوچستان نے ڈیرہ مراد جمالی میں یوم مئی کے سلسلہ میں پارٹی کارکنوں اور محنت کشوں کا اجلاس زیر صدارت صوفی عبدالخالق بلوچ سینئر نائب صدر ورکرز پارٹی پاکستان منعقد ہوا جس میں صوبائی راہنماء کامریڈ محمد ایوب چدرانی، ضلعی راہنما محمد رفیق چدرانی نے بھی شرکت کی۔

پارٹی راہنماء صوفی عبدالخالق بلوچ نے اپنے خطاب میں محنت کشوں کی جدوجہد میں یوم مئی کی اہمیت اور سرخ پرچم کی حرمت پر تفصیلی گفتگو کی۔ انہوں نے 1886ء میں شکاگو کے شہیدوں کی قربانیوں اور کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے سماج میں اس قدر بگاڑ آ چکا ہے اور سامراجی قوتوں نے ہمارے حکمرانوں کے ذریعے اپنے جال بچھا رکھے ہیں کہ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے پارٹی کے کارکنوں کو عوام کے وسیع تر حلقوں میں جانا ہوگا اور اپنا رشتہ ان سے جوڑنا ہوگا۔ پارٹی کی راہنمائی میں عوام کی سیاسی قوت کو منظم کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر ہم ریاست کو ترقی اور فلاحی جمہوریت پر استوار نہیں کر سکتے اور سامراجی اداروں کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکتے۔

کامریڈ محمد ایوب اور محمد رفیق چدرانی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں بدامنی، مہنگائی، بیروزگاری، افراط زر اور حکمرانوں کی کرپشن کی انتہا ہو گئی ہے۔ ڈرون حملوں، خودکش حملوں، دہشت گردوں، اغوا برائے تاوان اور آئے دن قتل و غارت کی وارداتوں اور مسخ شدہ لاشوں کا ملنا اس حکومت کی مکمل ناکامی ہے۔ ایجنسیوں کے اہلکار شہریوں کے جمہوری اور آئینی حقوق کو پامال کر رہے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے اور زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ عوام اٹھ کھڑے ہوں۔ وہ اکثریت میں ہیں، وہ اس استحصال اور جبر کی صورت حال کو ختم کر سکتے ہیں، صرف جدوجہد کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

بے وقار آزادی ہم غریب ملکوں کی
سر پہ تاج رکھا ہے بیڑیاں ہیں پاؤں میں

☆☆☆☆☆

ورکرز پارٹی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام یکم مئی کا جلوس

ورکرز پارٹی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام یکم مئی کو گوندلانوالہ چوک سے ایک عظیم الشان جلوس روانہ ہوا جو شیرانوالہ باغ میں پہنچ کر مزدور ایکشن کمیٹی گوجرانوالہ کے متحدہ جلسہ میں شامل ہو گیا۔ پارٹی کا جلوس جونہی جلسہ گاہ میں پہنچا پنڈال میں بیٹھے سینکڑوں محنت کشوں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور نعرے بلند کئے۔ WPP کے جلوس کی قیادت ضلعی پارٹی کے صدر مشتاق کشتی، نائب صدر محمد شفیق کھوکھر، جنرل سیکرٹری اقبال خان ایڈووکیٹ، محمد صدیق محسن، عبدالرحیم فیصل آبادی، چوہدری سردار، مقبول الٰہی، گل زادہ خان، ولیم جان، وارث گل، مسز کلثوم رحیم نے کی۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مشتاق کشتی نے مئی کے شہیدوں کی لازوال قربانیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم مزدور ہونے کے ناطے اور ورکرز پارٹی پاکستان کے کارکن ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ پارٹی کچلے ہوئے مزدوروں، کسانوں، ہاریوں اور درمیانے طبقے کے ڈاکٹروں، کاروباری حضرات، اساتذہ، طالب علموں کی پارٹی ہے جس کا مطمع نظر انسان کے ہاتھوں انسانوں کے استحصال کا خاتمہ ہے۔ انہوں نے سامعین کو دعوت دی کہ وہ ورکرز پارٹی میں شمولیت اختیار کریں۔ تقریر کے اختتام پر سامعین کے پرزور اصرار پر مشتاق کشتی نے دو مرتبہ انقلابی نظمیں پڑھیں اور پنڈال میں موجود مزدوروں سے داد وصول کی اور جلسہ میں شامل مزدوروں میں جوش و خروش پیدا کیا۔

پولیس کی بھاری نفری جلوس کے ہمراہ چلتی رہی کیونکہ 30 اپریل کو مشتعل غنڈوں نے حملہ کر کے کرسچن فیملی کے دو گھروں کو نذر آتش کر دیا تھا اور تخریب کاروں نے چرچ کو آگ لگانے کی بھی کوشش کی تھی جو کہ پولیس کی بروقت مداخلت سے کئی تخریب کار گرفتار کر لئے گئے تھے اور دفعہ 144 کا نفاذ کر دیا تھا مگر پارٹی کے عہدیداروں نے پولیس حکام کو یقین دلایا تھا کہ ہم خود جلوس کا تحفظ کریں گے۔

یکم مئی کو پورے گوجرانوالہ شہر میں میلے کا سماں تھا۔ جوش و خروش بھی تھا۔ نعروں کی گونج پورے ایریا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی جہاں سے جلوس گزر رہے تھے۔ شیرانوالہ باغ میں مزدور ایکشن کمیٹی گوجرانوالہ کے جلسۂ عام میں واپڈا ہائیڈرو ایمپلائز یونین کا جلوس ہزاروں مزدوروں پر مشتمل تھا جو بعد ازاں ورکرز پارٹی کے جلوس میں شامل ہو کر جلسہ گاہ پہنچا۔ یاد رہے کہ سوسائٹی نے پچاس سال کی عمر والے 72 ورکرز کو زبردستی فارغ کر دیا تھا جو بھوک ہڑتال پر تھے اور یکم مئی کو ہڑتال کا ساتواں دن تھا۔ انہوں نے بڑے بڑے بینرز اور کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر ان کے مطالبات لکھے تھے۔ ظلم کے ضابطے ہم نہیں مانتے، مزدور دشمن مافیا ہائے ہائے، جبری برطرفیاں مردہ باد، برطرف مزدوروں کو بحال کرو، مزدور اتحاد زندہ باد۔

دوسرا جلوس کلاتھنگ کمپنی سے شاہد جاوید بٹ کی قیادت میں گوجرانوالہ چوک پہنچ کر ورکرز پارٹی پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوا ورکرز پارٹی جلوس میں شامل ہو گیا۔ ایک جلوس فکری محاذ مزدور یونین کے ماسٹر محمد اکرم کی قیادت میں فیروزوالا روڈ سے شیرانوالہ باغ پہنچا۔ انقلابی کونسل کا جلوس ڈاکٹر عمر نصیر کی قیادت میں کیمپس نمبر 2 سے نکالا گیا۔ پاکستان ریلوے یونین فیڈریشن اور پی ڈبلیو ڈی ورکرز یونین کے اشتراک سے شیخوپورہ روڈ سے نکلا اور گوندلانوالہ چوک پر تقریریں کر کے اختتام پذیر ہوا۔ واسا یونین گوجرانوالہ کے ملک نصیر الدین ہمایوں، میاں عطاء الرحمٰن، سعید حاتم جنرل سیکرٹری ایکشن کمیٹی، جی ڈسٹرکٹ ٹاؤنز نمبردار یونین، ریکشہ یونین کے علاوہ ویمن ورکرز کی ڈاکٹر فوزیہ خان، ثریا منظور بھی ایک مشترکہ جلوس کی قیادت میں ایکشن کمیٹی کے جلسہ میں شریک ہوا۔ مزدور تنظیموں نے جن میں مزدور ایکشن کمیٹی گوجرانوالہ اور پاکستان ریلوے یونین فیڈریشن گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ نے اپنے اپنے حلقہ اثر کی یونینوں کی طرف سے اٹھائے گئے مزدور مطالبات پر مشتمل اشتہار پورے شہر میں چسپاں کئے تھے جن میں مہنگائی، بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ، پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ اور مزدوروں کی قوت خرید اپنے کم سے کم لیول سے گر جانے اور مزدوری کی تنخواہ ایک تولہ سونے کے برابر مقرر کرنے، تمام مزدوروں کو سوشل سیکورٹی کارڈ اور EOBI کارڈ جاری کرنے کے مطالبات شامل تھے۔

ورکرز پارٹی پاکستان گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ کمیٹی کا اجلاس

9 مئی ڈسٹرکٹ کمیٹی کا اجلاس 4 بجے بعد دوپہر کیمپ آفس گوجرانوالہ جی ٹی روڈ میں پنجاب پارٹی کے صدر چوہدری فتح محمد کی صدارت میں منعقد ہوا۔

علاوہ ازیں مہمانوں میں اسلام آباد سے ظہور خان، لاہور سے ملک محمد اسلم اور مریدکے سے غلام دستگیر محبوب شامل تھے۔ محمد حیات کھرل تحصیل پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد سے خصوصی طور پر تشریف لائے۔ ڈسٹرکٹ گوجرانوالہ کی تنظیم کے صدر مشتاق کشتی کے علاوہ مقبول الٰہی، منور احسن بھٹی، امانویل نعیم، فراز بیگ، عاشق ایم کھوکھر، ڈاکٹر ارشد نبیل، محمد علی تیر اور ولیم حاضر تھے۔

جنرل سیکرٹری سیٹ سیکرٹری دوست لاہور ہائی کورٹ میں ایک ہنگامی مقدمہ کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے واپس آ کر اجلاس میں حاضر ہو سکے۔

پارٹی کے صوبائی اور مرکزی اراکین کے علاوہ مقامی کمیٹی کے کارکنوں نے بھی پارٹی بلڈنگ اور سیاسی صورت حال کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی اور مقامی عہدیداروں پر زور دیا کہ پارٹی کی تنظیم اور پروگرام تمام شہریوں تک پہنچانے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے۔

اجلاس 2 گھنٹے جاری رہنے کے بعد اختتام پذیر ہوا۔

اصغر انقلابی انتقال کر گئے

ڈیرہ سہگل کے کھیت مزدوروں کے راہنما اور ورکرز پارٹی پاکستان کے ایک کارکن اصغر انقلابی 23 اپریل 2011ء کو انتقال کر گئے۔ چار دھائیوں پر مشتمل ان کی جدوجہد نے ان کو 'انقلابی' کے نام سے نوازا تھا۔ اگرچہ کالا شاہ کاکو اور مریدکے میں ٹریڈ یونین تحریک اور بائیں بازو کی مختلف جماعتوں کی دلچسپی نے اس علاقہ کو ملک بھر میں محنت کشوں کے سرخ پرچم اور جدوجہد سے متعارف کرایا تھا مگر ڈیرہ سہگل کے کاشت کاروں اور کھیت مزدوروں کی جدوجہد نے بھی اصغر انقلابی کی قیادت میں اس علاقہ کو ملک بھر میں متعارف کرانے کا کام کیا۔ مرحوم انتھک اور مخلص کارکن تھے جنہوں نے بڑی یکسوئی سے اپنے آپ کو محنت کشوں کی تحریک سے جوڑے رکھا۔ وہ سیاسی طور پر ورکرز پارٹی پاکستان کے ایک فعال کارکن تھے۔ گزشتہ تین دھائیوں سے وہ ڈیرہ سہگل کے مالکان سے اپنی جدوجہد کے حوالے سے نبرد آزما رہے جس میں انہوں نے بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ وہ ڈیرہ سہگل میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ بحیثیت کاشت کار آئے اور آخری دم تک اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جدوجہد کے طفیل ادھر ہی رہے۔ یہ زرعی اراضی کالا شاہ کاکو کی پانچ فیکٹریوں کے بالکل قریب ہے۔ کالا شاہ کاکو صنعتی علاقہ کی تمام فیکٹریوں میں ٹریڈ یونینز کے قیام کے بعد یہ علاقہ فعال اور متحرک ٹریڈ یونین سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے اور اس کمپلیکس کے سب سے بڑے یونٹ کوہ نور ریان لمیٹڈ کے مزدوروں نے 1970ء کے اواخر میں 31 دن مسلسل ہڑتال کی۔ اس عمل میں سہگل کمپلیکس کے پانچوں یونٹوں میں سرگرم نظریاتی کارکنوں کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مزدور طبقہ کے نظریات سے مسلح کارکنوں کی تعداد درجنوں تک پہنچ گئی اور سہگلوں کے تمام تر جبر کے ہتھکنڈوں کے باوجود مزدور تحریک میں نکھار آتا چلا گیا۔ بھٹو حکومت کے دور میں یکم جنوری 1972ء کے اکنامک ریفارمز آرڈر کے تحت یہ پانچوں کارخانے قومیا لئے گئے۔ مزدوروں کی ٹریڈ یونین تحریک اور کسانوں اور مزارعوں کے حقوق کی جدوجہد کا آپس میں گہرا رشتہ استوار ہو گیا۔ یوں ڈیرہ سہگل کے مزارعین 1974ء میں حاصل کردہ ٹل کے حکم کی رو سے بٹائی دینے لگ گئے۔ کبھی کوئی تنازعہ مالکان اور مزارعین میں پیدا نہیں ہوا۔ سال 2002ء کی ربیع کی فصل کو آصف سہگل وغیرہ نے محکمہ مال کی ملی بھگت سے اس زمین کی گرداوریوں میں خود کاشت لکھوا لیا۔ مزارعین پر اس امر کا انکشاف 2006ء میں ہوا۔ اصغر انقلابی اس وقت تک ایک نہایت منجھے ہوئے کسان لیڈر کی حیثیت سے گرد و نواح کے محنت کشوں، کسانوں اور مزارعین کو غریب اتحاد انجمن شمسیہ کے پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ انہوں نے محکمہ مال کی بدعنوانیوں اور آصف سہگل وغیرہ سے ملی بھگت کر کے جعلی خود کاشت کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر دی اور آج تک متعلقہ حلقوں کے ارباب اختیار کی قانون و انصاف مخالف کارروائیوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ مزارعین ہی اس ساری زمین کو مسلسل کاشت کرتے چلے آ رہے ہیں آصف سہگل وغیرہ نے کئی مرتبہ مزارعین کے خلاف فصل چوری کرنے کے پرچے درج کرائے تاکہ کسانوں کو گرفتار کروا کر پریشان کیا جائے اور پولیس کی مدد سے مزارعین کو بے دخل کیا جا سکے۔ مگر دوسری طرف باشعور کسان اور مزارعین ہیں جنہوں نے سالہا سال کی تحریک اور تنظیم کے تجربات سے سماجی تبدیلی کیلئے اپنے مستقبل کو نیشنل ورکرز پارٹی موجودہ ورکرز پارٹی پاکستان سے کبھی نہ ٹوٹنے والا تعلق قائم رکھا۔

بالآخر اصغر انقلابی زندگی کی بازی ہار گئے۔ ایک بار پھر آصف سہگل وغیرہ نے محکمہ مال اور پولیس کے اسکواڈ کو وسائل اور پیسے کے زور پر متحرک کر دیا۔ یکم مئی کی صبح پانچ بجے کے قریب ڈیرہ سہگل کے کھیتوں پر پولیس کی فوج حملہ آور ہو گئی۔ چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا۔ گھروں میں گھس کر بچوں، عورتوں اور مردوں پر لاٹھیاں برسائیں اور پھر نوبت فائرنگ تک جا پہنچی۔ گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ مگر اس بار بھی ناکامی حملہ آوروں کا مقدر بنی۔ مزارعین کے خاندانوں نے بہیمانہ جبر و تشدد کے خلاف متوں آباد میں جی ٹی روڈ بلاک کر دی اور بالآخر گرفتار شدگان کو رہا کروانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اصغر انقلابی کا سفر آخرت بھی انقلابی تھا۔ ادھر جنازہ اٹھا ادھر زندہ باد زندہ باد اصغر انقلابی زندہ باد، جدوجہد جاری رہے گی، جیہڑا واہوے اوہو ہی کھاوے، انقلاب آوے ای آوے، رہائش سے جنازگاہ تک تمام خواتین اور مرد اپنے ہر دلعزیز راہنما کے لئے "گھوڑی" گاتے رہے، جس کے بول کچھ اس طرح ہیں:

آؤنی بھیناں رل گاویئے نی گھوڑیاں
تیج تے ہوئی اے تیار۔ وے ہاں
جھنڈی تے وڈی لاڑے زور ظلم دی
صبر دی مار تلوار۔ وے ہاں
آؤنی بھیناں رل گاویئے نی گھوڑیاں

2 جون کو اصغر انقلابی کا چہلم کا اجتماع ہو رہا ہے۔ ضلع بھر کے مزدور، کسان، غریب عوام اور سیاسی کارکنوں سے شرکت کی اپیل ہے۔

گوجرانوالہ میں فیض احمد فیض صدی کے حوالے سے سیمینار

2011ء کو فیض احمد فیض کی صدی کے حوالے سے ترقی پسند مصنفین نے گوجرانوالہ آرٹ کونسل ہال میں زبردست سیمینار منعقد کیا جس کی صدارت کامریڈ ڈاکٹر صولت ناگی نے کی۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض ڈاکٹر فوزیہ خان نے ادا کئے۔ فیض احمد کی زندگی پر مقالے پڑھے گئے، غزلیں اور نظمیں اور فیض احمد فیض کے ساتھیوں اور قید کا زمانہ بتانے والوں نے وقت کا پتہ ہی نہ چلنے دیا۔ اس کے بعد فیض جان نے طبلہ اور ہارمونیم کی مدد سے فیض احمد فیض کی غزلیں گا کر سنائیں۔

ورکرز پارٹی پاکستان کی سنٹرل کمیٹی کے چھٹے اجلاس

منعقدہ لاہور 6 تا 8 مئی 2011ء کی کاروائی

ورکرز پارٹی پاکستان کی سنٹرل کمیٹی کا چھٹا اجلاس 6 تا 8 مئی 2011ء لاہور میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل اراکین نے شرکت کی:

1 عابد حسن منٹو، 2 یوسف مستی خان، 3 اختر حسین، 4 چوہدری فتح محمد، 5 اے آر عارف، 6 نعیم شاکر، 7 جاوید اختر، 8 ظہور خان، 9 عاصم سجاد اختر، 10 صفدر حسین سندھو، 11 محمد اسلم ملک، 12 غلام دستگیر محبوب، 13 صدیق ڈوگر، 14 محمد علی بھارا، 15 حسن عسکری، 16 احتشام اکبر، 17 اقبال سلطانہ، 18 عصمت شاہجہاں، 19 جمیل شاہد، 20 ظفر اقبال چوہدری، 21 مشتاق نظامانی، 22 حمزہ ورک، 23 صدیق حسین، 24 منظور احمد رضی۔

اجلاس کے ایجنڈے میں شامل نکات کے مطابق سنٹرل کمیٹی کے گزشتہ پانچویں اجلاس میں کئے گئے فیصلوں پر عمل درآمد، پارٹی تنظیمی امور بشمول عوامی محاذوں پر کام کی پیش رفت، موجودہ سیاسی صورت حال پر بحث اور نظری و فکری حوالوں سے تفصیلی بحث کے بعد مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے:

1۔ آئندہ سنٹرل کمیٹی کے اجلاس میں پنجاب پارٹی کے سیکرٹری اور سندھ پارٹی کے تنظیمی سیکرٹری تحریری طور پر اپنے اپنے صوبوں کی تنظیمی صورت حال پر رپورٹ پیش کریں گے۔

2۔ سنٹرل کمیٹی اجلاس کی اطلاع ڈاک کے علاوہ SMS یا ٹیلیفون کے ذریعے بھی کی جائے اور جو ساتھی کسی وجہ سے اجلاس میں شریک نہیں ہوسکتا وہ تحریری طور پر سیکرٹری جنرل کو پہلے اطلاع دے۔

3۔ سندھ تنظیمی کمیٹی کا اجلاس جلد از جلد بلایا جائے اور سندھ کانفرنس کے انعقاد کے بارے میں حتمی طور پر طے کیا جائے، کانفرنس سے قبل سندھ کا بھرپور تنظیمی دورہ کیا جائے۔

4۔ نوجوانوں کے محاذ کے بارے میں ظہور خان، حمزہ ورک، نعیم شاکر اور صدیق حسین تین روز کے اندر بات کر کے رپورٹ پیش کریں۔

5۔ PTUF اور دیگر فیڈریشنوں کے الحاق کے بارے میں ایک ماہ کے اندر فیصلہ کیا جائے۔

6۔ ڈیموکریٹک لائرز ایسوسی ایشن کے حوالے سے پارٹی کے وکلاء دوسرے ہم خیال دوستوں سے بات کر کے اجلاس منعقد کریں اور کمیٹیاں تشکیل دیں۔

7۔ ایک کسان ریلی 2 جون 2011ء شیخوپورہ میں منعقد کی جائے گی۔

8۔ لاہور میں بڑی کسان ریلی 2 ستمبر 2011ء کو منعقد ہوگی۔ اس سے قبل کسان کمیٹی کو نئے سرے سے منظم کیا جائے گا تا کہ عوام میں تحریک پیدا کی جا سکے۔

9۔ 29 مئی 2011ء کو تمام ضلعی اور صوبائی پارٹی تنظیموں کے سیکرٹریز زراعت کا اجلاس ملتان میں منعقد ہوگا۔

10۔ کسان کمیٹی کا پروگرام 15 جون تک شائع کر دیا جائے گا۔

11۔ عوامی جمہوریت کی اشاعت اور ترسیل کے لئے نعیم شاکر، زاہد پرویز، علی جان، غلام دستگیر محبوب اور نصیر ہمایوں پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال عوامی جمہوریت پر -/20,000 ماہانہ سے زیادہ خرچ نہ ہو۔

12۔ پارٹی تعلیم و تربیت کا نصاب ترتیب دیا گیا جو الگ سے شائع کیا جا رہا ہے۔

13۔ جمیل عمر، حسن ناصر، قانون گھر اور میاں عبدالقیوم کی طرف سے ایک نئی پارٹی بنانے کی تجویز کے حوالے سے خط پر بھی تفصیل سے بحث کی گئی اور اس کا تحریری طور پر جواب دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جو سیکرٹری جنرل تحریر کریں گے۔ اس خط کا متن بھی الگ سے شائع کیا جا رہا ہے۔

14۔ سنٹرل کمیٹی کا آئندہ اجلاس اسلام آباد میں 20 اور 21 اگست 2011ء کو صبح 10 بجے منعقد ہوگا اور پریس کانفرنس 21 اگست کو 4 بجے ہوگی۔ ایجنڈا بعد میں جاری کیا جائے گا۔

15۔ تنظیمی فیصلوں کے علاوہ موجودہ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی صورتحال پر بھی تفصیل سے بحث کی گئی جس میں تمام اراکین نے حصہ لیا۔ سیاسی صورت حال پر بحث اور مشترکہ رائے کے مطابق لاہور پریس کلب میں عام ورکرز اجلاس منعقد کیا گیا جس میں پارٹی کی عمومی سوچ کے حوالے سے دیگر مقررین کے علاوہ پارٹی کے صدر عابد حسن منٹو، نائب صدر یوسف مستی خان اور سیکرٹری جنرل اختر حسین نے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

فوجی اسٹیبلشمنٹ پاکستان کے موجودہ بحران کی ذمہ دار ہے محنت کش عوام اب "قومی سلامتی" نہیں امن و خوشحالی چاہتے ہیں۔

سامراج کے شکنجے سے آزادی، پاکستان کی تمام قومیتوں کے حقوق اور شناخت کی ضمانت صرف اور صرف ترقی پسند سیاسی قوتیں دے سکتی ہیں۔

پاکستان کے حکمران طبقہ اور بالخصوص فوجی اسٹیبلشمنٹ کو خبردار کیا کہ 63 سال سے جاری "قومی سلامتی" کے نام پر سامراج دوست پالیسیوں نے محنت کش عوام کو کچھ نہیں دیا اور اگر عوامی فلاحی ریاست کو تشکیل نہیں دیا جاتا تو پاکستان میں سامراجی یلغار اور زیادہ مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ سماجی انتشار بھی بڑھے گا۔ پارٹی کی قیادت نے مزید کہا کہ سامراج کے شکنجے سے آزادی اور پاکستان کی تمام قومیتوں کے مابین نئے عمرانی معاہدے کی ضمانت صرف اور صرف ترقی پسند قوتیں ہی دے سکتی ہیں اور ورکرز پارٹی اس ضمن میں دیگر ترقی پسند جماعتوں کے ساتھ مل کر پاکستان کے محنت کش عوام کو حقیقی

متبادل سیاسی پروگرام پیش کر رہی ہے۔

قومی اسٹیبلشمنٹ نے اقتدار اور ملکی وسائل پر قبضہ کر لیا اور آج تک "قومی سلامتی" کے نام پر بالادست ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو ہمیشہ سے بتایا گیا ہے کہ پاکستان کو دونوں اطراف سے خطرہ ہے لہٰذا دفاع پر نہ صرف ملکی وسائل کا بیشتر حصہ خرچ کرنا ضروری ہے بلکہ فوج کا براہ راست حکومت کرنے کا بھی جواز پیدا کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے فوج اب ایک معاشی قوت بھی بن گئی ہے جو کہ جاگیردار بھی اور صنعت کار بھی ہے جو کہ اپنے مفادات کی خاطر جاگیرداروں اور مذہبی پارٹیوں کی پشت پناہی کرتی ہے۔ تاریخی طور پر اسٹیبلشمنٹ کو امریکی سامراج کی حمایت حاصل رہی ہے جبکہ ملک کے اندر نظریہ قومی سلامتی لسانی تضادات اور فرقہ واریت کا بھی سبب بنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج مذہبی انتہا پسندی کی جڑیں بھی اسی نظریہ قومی سلامتی کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اقتصادی بحران گہرا ہوتا جا رہا ہے اور عوام مہنگائی، بے روزگاری اور غربت سے دوچار ہیں۔ جبکہ ملک کے وسائل فوجی اور غیر پیداواری اخراجات پر صرف ہو رہے ہیں جن کے لئے قوم کو بیرونی قرضوں کے شکنجے اور مالیاتی اداروں کے چنگل میں پھنسایا جا رہا ہے۔ جبکہ جمہوری حکومت عملاً ناکام ہو چکی ہے جس کی قیادت جاگیردار اور استحصالی طبقہ کر رہا ہے۔

قومی سلامتی کے نظریہ کو ہمیشہ مظلوم قوموں پر ریاستی جبر کا جواز بنایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ آج بلوچستان میں نوجوانوں میں آزادی پسند خیالات تیزی سے پھیل رہے ہیں اور یہ ماننا ہوگا کہ پاکستان میں لسانی تضاد موجود ہے اور مظلوم قوموں کی شناخت، وسائل اور نمائندگی کے حوالے سے نئی حکمت عملی تشکیل دینا ہوگی ورنہ 1971ء جیسی صورت حال پیدا ہونے جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وقت آ گیا ہے کہ مذہب کا ریاست میں استعمال ختم کیا جائے اور پاکستان کی تمام قومیتوں کی رضامندی سے ایک نئی پاکستانی شناخت کو تعمیر کیا جائے۔

بڑی سیاسی پارٹیوں نے آج تک قومی اسٹیبلشمنٹ کی بالادستی کو چیلنج نہیں کیا اور ایک عوامی فلاحی ریاست کو تشکیل دینا اور امریکی سامراج سے نجات حاصل کرنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بھی ملک سامراج سے آزاد ہوئے بغیر عوام کو کچھ نہیں دے سکتا۔

آخر میں پارٹی کے راہنماؤں نے کہا کہ وقت کی اشد ضرورت ہے کہ قومی اسٹیبلشمنٹ کی سیاسی بالادستی کو ختم کر کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستی کی پالیسی اپنائی جائے، سامراج کے چنگل اور خاص طور پر عالمی مالیاتی اداروں کے تسلط سے نجات حاصل کی جائے اور آنے والی نسلوں کو باشعور شہری بنانے کے لئے تعلیمی نصاب میں بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں۔

سیاسی تعلیم وتربیت کا ادارہ

ورکرز پارٹی پاکستان کی سنٹرل کمیٹی نے اپنے تین روزہ اجلاس منعقدہ لاہور (مورخہ 6 تا 8 مئی 2011ء) میں اپنی پارٹی کے کارکنوں، ہمدردوں اور ترقی پسند خیالات کی طرف مائل اور سماجی تبدیلی کے خواہش مند افراد کے لئے تعلیم وتربیت کا ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس ادارے کو منظم کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس میں پارٹی کے سیکرٹری جنرل اختر حسین، ڈپٹی سیکرٹری جنرل نعیم شاکر اور سنٹرل کمیٹی کے اراکین عاصم سجاد اور حمزہ ورک شامل ہیں۔ سنٹرل کمیٹی نے سیاسی تعلیم وتربیت کے لئے ایک نصاب بھی ترتیب دیا ہے۔ اس کمیٹی کی ذمہ داری ہے کہ ہر صوبے، ضلع یا مقامی سطح پر پارٹی تنظیموں کے اشتراک سے باقاعدہ تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ پارٹی کے تیار کردہ تعلیمی نصاب یا متعلقہ موضوعات پر پارٹی سے باہر بھی پڑھے لکھے افراد کا تعاون حاصل کیا جائے تاکہ انہیں نہ صرف تعلیم وتربیت کے کاموں میں شریک کیا جا سکے بلکہ پارٹی کی بنیادوں کو وسیع کرنے میں بھی معاونت حاصل ہو سکے۔

سیاسی تعلیم وتربیت کا نصاب:

1۔ تاریخ آزادی ہند و پاکستان مختصر جائزہ

2۔ 1940ء کی قرارداد پاکستان، پاکستان میں وفاقیت اور آئین سازی کی جدوجہد۔

3۔ پاکستان میں قومی سوال اور قومیتوں کا مسئلہ پر بحث کی ضرورت۔

4۔ سیکولرازم اور مذہبی بنیاد پرستی، ریاست کا کردار۔

5۔ قبائلی و جاگیرداری نظام، پاکستان میں جاگیردارانہ نظام کی باقیات کی موجودہ صورت حال اور اس کے سیاسی وسماجی اثرات۔

6۔ سرمایہ اور اس کا ارتقاء، اجارہ داری و سامراجیت، نوآبادیاتی وجدید نوآبادیاتی نظام

7۔ گلوبلائزیشن بین الاقوامی مالیاتی و تجارتی اداروں کی پالیسی اور ترقی پذیر ممالک پر اس کے اثرات (پرائیویٹائزیشن، ڈی ریگولیشن اور لبرلائزیشن)۔

8۔ پاکستان میں صنعتی وسرمایہ دارانہ ترقی، کماشتہ و نوکرشاہی سرمائے کا کردار۔

9۔ طبقے اور طبقاتی جدوجہد، پاکستان میں طبقاتی ساخت، غربت اور نابرابری کی وجوہات۔

10۔ پاکستان کی ریاستی سیکورٹی اور خارجہ پالیسیاں اور اس کے اندرونی معاشی، سیاسی وسماجی اثرات۔

11۔ پاکستان میں مزدور، ٹریڈ یونین پالیسی و قوانین، ٹریڈ یونین اور مزدور تحریکات۔

12۔ پاکستان میں تعلیمی پالیسی، تعلیمی ترقی، موجودہ تعلیمی صورت حال اور تقاضے۔

13۔ پاکستان میں صحت کے شعبے کی صورت حال، صحت کی پالیسی و تقاضے۔

14۔ سوویت یونین کا انہدام، سوشلسٹ ممالک میں معاشی تبدیلیاں اور موجودہ بین الاقوامی سوشلسٹ تحریکات۔

15۔ مارکسزم کے اجزائے ترکیبی

(i) اجرتی محنت اور سرمایہ (ii) تاریخی مادیت، (iii) جدلیاتی مادیت۔

16۔ پاکستان میں دیگر سیاسی پارٹیوں اور ورکرز پارٹی پاکستان کا پروگرام اور سماجی تبدیلی کی جدوجہد۔

ورکرز پارٹی پاکستان کے مرکزی رہنماؤں کا ضلع قصور کا تنظیمی دورہ

نذیر احمد جوئیہ

ساٹھ سال سے قومی سلامتی کی پالیسی پر عمل پیرا ملک مزید غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ نعیم شاکر

ورکرز پارٹی پاکستان کے مرکزی رہنماؤں ظہور احمد خان اور نعیم شاکر ایڈووکیٹ نے ضلع قصور کے پارٹی ساتھیوں کو متحرک کرنے کیلئے تنظیمی دورہ کیا۔ اس اجلاس کی صدارت ضلعی صدر صوفی عبدالعزیز نے کی۔ سب سے پہلے سیکرٹری جنرل نے تنظیمی رپورٹ پیش کی کہ اس وقت ضلع قصور میں قصور سٹی، تورپور، عثمان والا، الہ آباد، چونیاں اور چھانگا میں تنظیمی یونٹ کام کر رہے ہیں اور اس وقت ممبران کی تعداد 32 ہے ہر یونٹ سے پارٹی ساتھیوں کی نمائندگی اجلاس میں کی گئی۔ ساتھیوں نے پارٹی کے سیاسی کام کو آگے بڑھانے کیلئے اپنی اپنی آراء پیش کیں۔ اجلاس میں ہر یونٹ کے نمائندہ نے اپنے یونٹ کی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا اور متفقہ طور پر طے پایا کہ ضلعی عہدیداران ہر یونٹ کا دورہ کریں گے۔ اس کے بعد ملکی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔

اجلاس میں ملکی اور غیر ملکی صورت حال پر نعیم شاکر ایڈووکیٹ ظہور احمد خان اور سردار صدیق ڈوگر نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت پورے ملک میں بدامنی، مہنگائی، بیروزگاری اور کرپشن کی وجہ سے لوگوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ ملک کی اقتصادی صورت حال نہایت تشویشناک ہے۔ انرجی کے بحران نے صنعت کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ جب کہ موجودہ حکومت نے تین سال گزرنے کے بعد بھی کوئی ایسا اقتصادی منصوبہ یا پالیسی ترتیب نہیں دی جس سے ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ معیشت کے بارے میں تمام تر پالیسیاں قرضوں کے حصول کے لئے کوشش اور قومی اثاثوں کو نجکاری کے عمل سے فروخت کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ قرضوں کی وجہ سے معیشت دیوالیہ کا شکار ہے اور نظام حکومت اور ریاست بیرونی اداروں اور ملکوں کی سامراجی گرفت میں ہے۔

زراعت کا شعبہ جو ملکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تصور کیا جاتا ہے تنزل کا شکار ہے۔ 63 سال میں اناج میں خود کفالت کی بجائے درآمدات پر انحصار کیا جا رہا ہے اور زندگی کے لئے خورد و نوش کی اشیاء عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہو گئی ہیں۔ بنیادی ضروریات کی اشیاء کی قیمتوں میں کئی سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔

امن عامہ کی صورت حال خوفناک حد تک خراب ہے کسی کی جان و مال محفوظ نہیں۔ ملک کے اندر آئے دن خودکش حملوں سے عوام ہلاک ہو رہے ہیں جبکہ شمال مغربی سرحدوں پر ڈرون حملے "وار آن ٹیرر" کے نام پر ہو رہے ہیں جن سے معصوم شہری بھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ایک طرف دہشتگردوں کے خلاف جنگ جاری ہے اور دوسری طرف انہی سے مذاکرات ہو رہے ہیں۔ فوج اور ایجنسیاں دوغلی پالیسی کا شکار ہیں۔ 60 سال سے قومی سلامتی کی پالیسی پر عمل پیرا ملک مزید غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ جو فوج ملک میں دہشتگردی کا خاتمہ نہیں کر سکتی اس پر اربوں روپے خرچ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ دراصل فوج اور اس کے ادارے دہشتگردوں کو اپنا سٹرٹیجک اثاثہ سمجھتے ہیں انہی کو وہ اپنی سٹرٹیجک گہرائی قرار دیتے ہیں۔ مذہبی جماعتیں اسی ایجنڈا پر عمل پیرا ہیں۔ ان جماعتوں نے پورے سماج کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ حکومت قانون کی عملداری پر یقین نہیں رکھتی بلکہ مذہبی انتہا پسند عناصر کی سرپرستی کرتی نظر آتی ہے۔ بلوچستان میں سیاسی راہنماؤں اور کارکنوں کا قتل اور غائب کرنے کی وارداتیں معمول بن گئی ہیں۔ مسلسل فوج کشی نے اس صوبے کے حریت اور جمہوریت پسند عناصر کا ریاستی اداروں پر اعتماد ختم کر دیا ہے اور ایسی تحریک زور پکڑ رہی ہے کہ پاکستان کی فیڈریشن کا حصہ رہا جائے یا نہیں۔

انہوں نے کہا ملک فکری اور سیاسی انتشار کا شکار ہے اس شدید فکری اور سیاسی بحران سے نجات حاصل کرنے کے لئے بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ملک میں حقیقی جمہوری ریاست کے قیام کے بغیر اور قانون اور آئین کی عملداری کے بغیر اب ریاست کو محض مذہبی نعروں اور قومی سلامتی کے نظریہ پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ فیڈریشن کی تمام اکائیوں اور شہریوں کو ریاستی انتظام میں شریک کرنا ہوگا۔ ریاستی سطح پر فیصلے تب ہی کیے جائیں بیرونی قوتوں اور عالمی مالیاتی اداروں کی بجائے عوام کے نمائندوں کی شراکت داری سے کرنا ہوں گے۔ مذہبی انتہا پسندوں کے خلاف قانون اور ریاستی مشینری کے ذریعے نپٹنا ہوگا۔ یہ ملک مذہبی تھیوکریسی کے لئے وجود میں نہیں آیا تھا۔

انہوں نے ساتھیوں سے اپیل کی کہ وہ سماج میں بنیادی تبدیلی لانے کے لئے یکسوئی سے کام کریں اور ملک کے عوام کے پسماندہ طبقات سے رشتہ جوڑیں اور ان کو سیاسی قوت میں ڈھالیں۔ حکمران طبقہ موجودہ افراتفری بدامنی اور لوٹ کھسوٹ کی صورت حال برقرار رکھنا چاہتا ہے اور یہی ان کا طبقاتی مفاد ہے، ان کو جمہوری نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے یہ کام ورکرز پارٹی پاکستان اور ملک کے دیگر ترقی پسند اور جمہوریت پسند قوتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک ہوں اور مشترکہ سیاسی جدوجہد کے ذریعے نہ صرف لوگوں کو جمہوری نظام کے تقاضوں سے روشناس کرائیں بلکہ انہیں سماجی، معاشی اور سیاسی تبدیلی لانے کے لئے تیار کریں تاکہ ملک کو ترقی پسند اور سائنسی بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔

☆☆☆☆☆

بھارت میں کیا ہورہا ہے

ترجمہ: راجا ولایت

بڑھتی ہوئی اشیاء خوردونوش کی قیمتیں ہوں یا پارلیمنٹ میں کرپشن کا اٹھنے والا طوفان جس نے پارلیمنٹ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور اس پر مستزاد وکی لیکس کے امریکی سفارتی کیبلز کے مسلسل بھارت کے متعلق انکشافات نے یہاں کے حکمران طبقہ اور اشرافیہ کے جھوٹ، مکروفریب کو بے نقاب کر دیا ہے اور کل تک بیرونی سیاسی وصحافتی اور کاروباری حلقوں میں پوجا جانے والا وزیراعظم آج اپنا اخلاقی جواز کھو چکا ہے اور کمزور ترین حاکم بن چکا ہے۔

یہ بالکل ویسا ہی دھاکہ ہے جیسا کہ تیونس، مصر وغیرہ میں عرصہ دراز تک عوام کو جمہوری حقوق سے محروم رکھنے، مقامی حکمرانوں کے نیو لبرل کیپٹل ازم کے ذریعے لوٹ کھسوٹ نے کیا ہے۔ یہاں بھارت میں وکی لیکس کے انکشافات سے پتہ چلا کہ قومی جمہوری ادارے کس طرح لوٹ مار سے تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہے جو خود غرض لالچی اشرافیہ نے یہاں برپا کر رکھا ہے۔

بھارت میں وکی لیکس کے ہونے والے انکشافات کی اشاعت کا اہتمام بھارتی اخبار "دی ہندو" کر رہا ہے جسے یہاں معتبر مانا جاتا ہے۔ یہاں پر رائزنگ انڈیا (Rising India) کے نام سے تراشے فلسفہ جسے یہاں کی کاروباری، سیاسی وصحافتی گروپ شدومد سے پیش کرتے ہیں انکشافات سے ظاہر ہے کہ یہ ایک نعرہ کے سوا کچھ نہیں۔ معاشی معتدل پالیسی (Economic Libralization Policy) کے نام پر ہونے والی سرگرمیاں ملک میں ہونے والی لوٹ کھسوٹ پر پردہ اٹھنے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ اس کی ایک مثال حالیہ دنوں میں ٹیلی کام انڈسٹری کی لبرلائزیشن کے نام پر فروخت ہے جس میں ایک اندازے کے مطابق اندازاً 39 ارب ڈالر کا گھپلا ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عالمی سرمایہ دار اشرافیہ وبھارتی سیاست دانوں کی ملی بھگت سے کس وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ یہاں تک کہ مغربی میڈیا بھی سوچنے پر مجبور ہے کہ بھارت میں جس طرح دولت کمائی جارہی ہے کیا یہاں چند امراء کی سرمایہ دارانہ حکومت ہے۔ فنانشل ٹائم تو اسے ڈاکوؤں لیٹروں کی حکومت سے تعبیر کر رہا ہے۔

وکی لیکس کے انکشافات نے لوگوں کو گنگ کر دیا ہے کہ کس طرح بھوپال میں گیس لیک کی وجہ سے ہزاروں لوگ متاثر ہوئے اور اس سانحہ کے متاثرین اور اس کے ذمہ دار مقامی فیکٹری یونین کاربائیڈ اور بیرونی سپلائرز ڈیو کیمیکل کمپنی کے درمیان معاملات طے کرانے کے لئے ماضی کی حکومت کے وزیر جو کہ چھوٹی ذات کے ہندوؤں کے ترجمان مانے جاتے ہیں نے رشوت طلب کی تھی۔

یقیناً وکی لیکس انکشافات نے آشکارا کر دیا ہے کہ امریکن تاجر اور آفیسر کس حد تک ہماری سیاست میں اثر انداز ہورہے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح 2008 میں پاکستان میں اثر پذیری تھی۔ بلکہ نیوکلیئر ڈیل کے پارلیمنٹ کے ذریعے منظوری کے لئے کس طرح ووٹ کی خریدوفروخت پر پچیس 25 ملین ڈالر خرچ کئے گئے یہاں تک کہ بھارتی جنتا پارٹی بھی امریکہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے اپنی تیس اختیار کئے گئے بھارتی نیشنلزم کو بھی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

کیبلز نے کئی مزید انکشافات کئے ہیں جو رائزنگ انڈیا (Rising India) کا پرچار کرنے والوں کی نظریاتی دھوکہ دہی کو عیاں کرتے ہیں۔ ایک سینئر سیاست دان نے اعتراف کیا ہے کہ حالیہ چند سالوں میں ہونے والی ترقی صرف چار مغربی اور دو جنوبی ریاستوں (گجرات، مہاراشٹر) تک محدود ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ دہلی کے ایک سو 100 کلومیٹر گردا گرد وہ ہوا ہے۔

امراء کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر غیر ملکی ریٹیلر خوردہ فروش سٹور قائم کرے جیسا کہ وولمارٹ سٹور بھارت میں کھولا گیا ہے۔ اس پر اشرافیہ کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔ زیادہ سے زیادہ کہہ دے گی کہ یہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے حلقہ انتخاب میں کھلا ہے وہ فکر کریں۔ اس میں حیران ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ امریکن دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی پارلیمنٹ کو بھی داغدار کر چکے ہیں۔

اس میں بھی کوئی شائبہ نہیں ہوتا کہ امریکن اپنے مفادات کے لئے پرناب مکھرجی کو آگے بڑھا رہے ہیں جو آجکل وزیر خزانہ ہیں۔ انہیں اس وزارت کے لئے مونٹیک سنگھ آہلووالیا پر فوقیت دی تھی حالانکہ یہ صاحب بھی امریکہ کے منظور نظر ٹیکنو کریٹ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ لیکن وکی لیکس کے انکشافات نے سب سے زیادہ وزیراعظم من موہن سنگھ کو تنگ کیا ہے جو کبھی ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف ملازم تھے اور جنہوں نے بددیانت امراء کے لئے بھارت کو محفوظ پناہ گاہ بنا دیا ہے۔

ہم ماضی میں سنتے رہے ہیں کہ 2006ء میں وزیراعظم من موہن سنگھ نے اپنے اس وقت کے وزیر پٹرولیم کو محض اس لئے ہٹا دیا تھا کہ وہ ایران گیس پائپ لائن پر امریکہ مخالف موقف اپنائے ہوئے تھے اور یہ بات آج کے انکشافات میں سچ ثابت ہورہی ہے۔ جیسا کہ کیبل میں امریکہ نے بھارت میں اس وقت کے سفیر اس کامیابی کو اپنے نام کر رہے تھے اور اپنے آپ کو

مبارکباد کا مستحق قرار دے رہے تھے۔

2008ء میں وزیر اعظم من موہن سنگھ کا یہ نعرہ ہماری قومی غیرت وخود مختاری کو مجروح کرے گا۔ ابھی بہت کچھ پس پردہ موجود ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ سیاست دانوں، تاجروں، سرمایہ داروں کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں۔ وکی لیکس کے انکشافات مزید پریشان کریں گے۔ مگر شاید وہ کرکٹ کے ورلڈ کپ کے انعقاد میں سب کچھ دب جانے کے بارے میں سوچتے ہوں گے۔ ابھی حال ہی میں باپائے قوم گاندھی کے متعلق حساس و خطرناک تحریر امریکی جوزف لیلویلڈ کی سامنے آئی ہے مگر اس پر غور کرنے کی فرصت نہیں کیونکہ یہ امراء ایک ہی میتھالوجی آف اکنامکس جانتے ہیں جس میں اس اشرافیہ کی لوٹ مار جاری رہے۔

مصر اور تیونس میں تو آنے والے وقت میں وہاں کے عوام الیکشن و جمہوری تبدیلیوں سے مستفیض ہو رہے ہوں گے مگر ہمارے بھارتی امراء اپنی لوٹ کھسوٹ سے باز نہ آئیں گے۔

[یہ مضمون ڈان نے گارڈین سروس سے لیا اور اس کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔ صاحب مضمون مسٹر پنکج مشرا ہیں۔ اس مضمون میں جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ یوں تو سرمایہ دارانہ نظام کی خصوصیت ہی ہے لیکن تیسری دنیا کی سرمایہ داری میں کرپشن کو ایک خاص ہی مقام حاصل ہے۔ ہمارا ملک پاکستان تو اس معاملے میں اپنی مثال آپ ہے کہ یہاں معاشی نظام کی بنیاد، استحصال اور انتہاء بھی کچھ کرپشن، بددیانتی اور بھتہ خوری پر قائم ہے اور پیداواری عمل صفر کے برابر ہے۔]

☆☆☆☆☆

بلوچستان میں ورکرز پارٹی پاکستان کا اجلاس

ورکرز پارٹی پاکستان صوبہ بلوچستان کا اجلاس زیر صدارت پارٹی کے مرکزی نائب صدر صوفی عبدالخالق بلوچ ہوا جنہوں نے پارٹی کارکنوں کو پارٹی تنظیم پروگرام اور ملکی سیاست سے آگاہ کیا۔

انہوں نے ورکرز کو ہدایت کی کہ وہ جلد از جلد بلوچستان میں پارٹی کی تنظیم کریں اور لوگوں تک پارٹی پروگرام اور ملک کی ناگفتہ بہ صورت حال کے بارے میں آگاہ کریں۔ انہوں نے بلوچستان کے لئے پارٹی کی تنظیم نو کے سلسلہ میں آرگنائزر نامزد کئے جو اپنے اپنے علاقوں میں پارٹی کی تنظیم ترتیب دیں گے۔

اعلان کے مطابق ضلع نصیر آباد کے لئے محمد رفیق چھرانی آرگنائزر ہوں گے۔ ضلع بولان کے آرگنائزر اللہ ودھائی ہوں گے، ریتی کنال کے آرگنائزر سعید احمد ہوں گے، جبکہ بلوچستان کے آرگنائزر کامریڈ محمد ایوب چھرانی ہوں گے۔

کامریڈ محمد ایوب نے خطاب کرتے ہوئے آرگنائزرز کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ اب ان پر ذمہ داری ہے کہ وہ ورکرز پارٹی پاکستان کے پروگرام کو گھر گھر تک پہنچائیں اور پارٹی کو تنظیمی طور پر فعال بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے اٹھارہ کروڑ عوام غربت، بیروزگاری، جہالت کا شکار ہیں جبکہ جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں اور سامراجی ایجنٹوں پر مشتمل حکمران قوم کی دولت کو لوٹ رہے ہیں۔ ان کرپٹ، نااہل اور غیر جمہوری حکمرانوں سے نجات صرف محنت کشوں کی جدوجہد ہی سے ممکن ہے۔ لہٰذا پارٹی کارکنوں اور راہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ان کی سیاسی قوت سے آگاہ کریں جو سماجی تبدیلی کی ضامن ہے۔

☆☆☆☆☆

محکمہ انہار کے ملازمین کی رہائش گاہ کو مسمار کرنے کے حکم کو عدالت عالیہ میں چیلنج کر دیا گیا

صدیوں پرانے محکمہ انہار کے مریدکے ریسٹ ہاؤس سے متعلقہ کم اجرت ملازمین کی رہائش گاہوں کو مسمار کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے حکم جاری کیا ہے۔ اس حکم کی سفارش مریدکے کے مقامی ایم پی اے خرم اعجاز چٹھہ نے کی ہے جو اس زمین پر پبلک پارک بنانا چاہتے ہیں حالانکہ اس مقصد کے لئے سینکڑوں ایکڑ سرکاری اراضی دستیاب ہے۔

جسٹس ناصر سعید شیخ عدالت عالیہ لاہور نے حکومت پنجاب کو طلب کر لیا ہے اور جواب داخل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس رٹ پٹیشن کی پیروی ورکرز پارٹی پاکستان کے سیکرٹری امور محنت صفدر حسین سندھو ایڈووکیٹ کر رہے ہیں۔

قارئین سے اپیل

ماہنامہ "عوامی جمہوریت" ورکرز پارٹی پاکستان کا ترجمان رسالہ ہے جو ملک کے پسماندہ عوام اور محنت کش طبقات کی حاکمیت کے لئے مصروف جدوجہد ہے۔ ماہنامہ "عوامی جمہوریت" آپ دوستوں کے تعاون سے جاری ہے۔ جس میں سیاسی، سماجی، معاشی اور بین الاقوامی مسائل کے بارے میں مضامین اور محنت کشوں کی خبریں شائع کی جاتی ہیں۔ ماہنامہ "عوامی جمہوریت" نہ صرف آپ کے ساتھ رابطہ کا ذریعہ ہے بلکہ نظریاتی اور مطالعاتی لٹریچر کے ذریعے ساتھیوں کی سیاسی اور نظریاتی تربیت بھی مقصود ہے۔ لہٰذا اس اہم فریضہ کے لئے آپ سب کے مالی اور قلمی تعاون کی ضرورت ہے تاکہ رسالہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہے۔

آپ کے تعاون کا شکریہ

(ایڈیٹر)

فیصل آباد میں ورکرز پارٹی پاکستان کے زیراہتمام یوم مئی کے
موقع پر ریلی اور سیمینار کی جھلکیاں

CPL NO. 279

MONTHLY **AWAMI JAMHURIAT**
May, 2011
LAHORE

PTUF کی راہنما کنیز فاطمہ اور پاکستان مزدور محاذ کے بزرگ راہنما طفیل عباس خطاب کر رہے ہیں

کراچی میں ورکرز پارٹی پاکستان کی طرف سے یوم مئی کے موقع
پر اجلاس اور ریلی کی جھلکیاں

ماہنامہ عوامی جمہوریت 5۔ میکلوڈ روڈ، لاہور فون 042-37357091